رب — جل

لا تعطوا الحکمۃ غیر اہلہا فتظلموہا ولا تمنعوا عن اہلہا فتظلموہا

ترجمہ حکمت نا اہل کے سامنے پیش نہ کرو کیونکہ یہ علم اور حکمت پر ظلم ہے۔ اور اہل سے نہ چھپاؤ ورنہ ان پر ظلم ہوگا۔

آبگینہ آنند

جلد اول

(ہندی اور اسلامی تصوف پر ایک [illegible] نظر)

مصنفہ و مؤلفہ

بابا گلاب چند آنند المعروف بہ شاہ آنند بنارسی

مالک و مدیر "ادارۂ خلق"

سری ست نارائن ست سنگ منڈل

سی ۱۴/۲ [illegible] بنارس

بپاس خاطر عزیز ازجان طالب بایمان [illegible] عبدالرحمن انصاری ملازم فوج سرکاری

بغرض استفادہ رہ روان جادۂ طریقت و راہیان حقیقت بار اول طبع فرمودہ شد

مطبع عبدالرحیم [illegible] بنارس

[illegible]ء

ہدیہ ایک روپیہ آٹھ آنہ

حق — اللہ

کو لوگ دنیاوی تکالیف سے رہا ہونے کے لئے عموماً پڑھا کرتے ہیں۔ مگر غریبوں کو نہیں معلوم کہ

قرصِ خورشید در سیاہی شد
یونسؑ اندر دہانِ ماہی شد

کا کس روحانی شغل سے تعلق ہے اور کس شغل کے ذریعہ سے آپ دہانِ ماہی سے باہر آئے۔ شغلِ ماہی یا ماہیت دھیان मीनवान ध्यान کے شاغل فقرا اس ماہیت سے واقف ہوتے ہیں علیٰ ہذا القیاس۔

" ملفوظات خواجہ غلام نصیر الدین " میں درج ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد از واپسی حالتِ معراج بسبب کثرتِ اصحاب بموجب فرمانِ الٰہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خرقۂ پیری عطا فرما کر علمِ معرفت کی تعلیم فرمائی۔ حضرت نے ستر اصحاب کو مرید فرمایا اور چار اصحاب کو اپنا خلیفہ کیا۔ یہ چار اصحاب چاروں پیر کہلاتے ہیں۔ اوّل حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ۔ دوسرے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ تیسرے خواجہ کمیل بن زیاد قدس سرہٗ۔ چوتھے حضرت خواجہ حسن بصری المعروف بہ امیر المومنین۔

جن حضرات کو امتِ محمدی ہونے کا دعویٰ ہے اون کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہ سلسلہ اشاعت روحِ سنت کا قائم کردہ مخصوص بزرگوں کا ہے اس لئے اون کا پابند ہونا ہم پر لازمی ہے۔ شاید ہی کوئی مسلمان ہوگا جو حضرت پیرانِ پیر دستگیر کا قائل نہ ہو۔ پھر وہ کیسے پیری کی عظمت سے منکر ہو سکتا ہے۔ بقولیکہ

پیر را بگزین کہ بے پیر این سفر
ہست این پر آفت و خوف و خطر

ہیچ نہ کشد نفس را جز ظلّ پیر
دامنِ آن نفس کش را سخت گیر

دستِ پیر از غائبان کوتاہ نیست
دستِ او جز قدرتِ اللہ نیست

جہانتک اپنی واقفیت ہے کوئی بھی مذہب ایسا نہ ہوگا کہ جسمیں پیری کا سلسلہ کسی نہ کسی صورت میں موجود نہ ہو۔ عیسائی مذہب میں کیتھولک (Catholic) لوگ تو پیر کی وہی عزت و تعظیم کرتے ہیں جو اہلِ ہنود یا پیر پرست مسلمانوں میں رائج ہے۔ ہاں (Protestant) لوگ اپنے پادری کی وہ تعظیم و تکریم نہیں کرتے جو کیتھولک لوگ کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی بپتسمہ پادری ہی دیتا ہے۔ وہ قابلِ عزت تصور کیا جاتا ہے۔ اہلِ ہندوستان میں تو پیری کی عظمت کے متعلق گوسائیں تلسی داس جی نے لکھتے لکھتے یہاں تک لکھدیا ہے کہ۔

श्री गुरु सदा सहाय ।



بعونہٖ پیر مرشد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱۔ پیر مرشد کی عظمت

دنیا میں کوئی ایسا کام نہیں ہے جس کے سکھلانے کیلئے استاد کی ضرورت نہ ہو۔ کسی فن کو سیکھو استاد یا گورو پہلے کرنا پڑیگا۔ یہ کیا وجہ ہے کہ روحانیت کی تعلیم کیلئے ہمکو ایک معلّم یا استاد کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ کتابوں میں سب کچھ دیا ہے مگر اوس کے نکات کو کون کھول سکتا ہے۔ محض تفسیرات و ترجمہ سے کام نہیں چل سکتا۔ شغل اشغال اور عملیات کے طور طریقوں کو تبلانے والا کسی ہستی کا ہونا ضروری ہے۔ بعض لوگ اکثر کہا کرتے ہیں کہ جب خدا اور رسول کے ہم قائل ہیں تو پیر مرشد کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہمیں ان سے کوئی بحث نہیں۔ صرف ایک بات ان سے کہنا ہے کہ اگر وہ واقعی حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل ہیں تو انھیں اس چیز کو ماننا چاہیئے جو حضور پر نور نے خود قایم کیا ہے۔ کیا یہ غلط ہے کہ حضور نے بحالت معراج ملائک کو مرید کیا ہے؟ یا آنکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضور نے خرقۂ پیری عطا کیا؟ اگر پیری کی کوئی ضرورت نہ ہوتی تو حضور خود اس کام کو انجام نہ دیتے نہ خرقہ عطا فرما کر اس سلسلہ کو قائم کر جاتے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور پیر اور پیغمبر دونوں ہی تھے۔ جب آپ پر یہ منکشف ہوا کہ بدولت پیغمبر آخر الزماں ہوں گے تو بدیں خیال کہ سلسلہ روحانیت کا منقطع نہ ہونے پاوے آپ نے پیری کا سلسلہ قایم فرمایا۔ اور درحقیقت باوجودیکہ کلام شریف میں جملہ امورات روحانیت کے درج ہیں مگر شاید ہی کسی مفسّر یا مترجم نے اونکو کھول پایا ہو یا دنیا پر ظاہر کیا ہو۔ اگر کسی نے کچھ کھولا بھی ہے تو وہ پیر فقیر ہی رہا ہے۔ ایک معمولی مثال لے لیجئے۔ کلام شریف کے سورۂ اوّل۔ الف۔ لام میم کی تفسیر موجود تو ہے مگر یہ کوئی کھول نہ پایا کہ آخر اس سورہ کو تین حروف الف لام میم سے کیوں منسوب کیا اور روحانیت کا کیا رمز ان تینوں حرفوں کے اندر چھپا ہوا ہے۔ سورۂ یونس

چونکہ کردی ذاتِ مرشد را قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

پھر فرمایا ہے کہ ؎

دو مدان و دو مبین و دو مخوان
خواجہ را در خواجۂ خود محو دان

حضرت ابو نصر سراج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "پیر تیرا آئینہ ہے - اور اس میں تو اسیقدر دیکھ سکتا ہے جسقدر کہ تیرے ارادت کا نور ہے"

حضرت ابو علی الدقاق رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں کتاب "انوار الاذکیا" میں آیا ہے کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ "دیکھو بغیر اوستاد اور پیر کے سلوک اور طریقت حق تعالیٰ کے ساتھ ہاتھ کو نہیں پہنچتی اور جس نے کہ ابتدائے حال میں کسی اوستاد یا پیر کی پیروی نہیں کی محروم رہا جب تک کہ کسی شیخ کا معتقد اور پیرو نہیں ہوا - پس ضرور ہے کہ ایک رہبر کو ڈھونڈھے تاکہ بہ آسانی اوسکو طریقت اور نجات میسر ہو"

نسخہ "کلمۃ الحق" المعروف بہ حقیقت الاسلام مصنفہ جناب شاہ ابوالقاسم صاحب قادری چشتی - نزد و سہروردی نقشبندی وغیرہ الخ - مطبوعہ شمسی گوہٹہ پٹنہ ۱۳۳۲ھ صفحہ ۱۵ - میں درج ہے :-

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی جس کا قرآنی آیات سے ثبوت درج ہیں -

" ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسہم و اموالہم بان لہم الجنۃ " یا ایہا الذین آمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا " سپارہ ۲۸ سورہ تحریم

" بیعت رضوان تحت الشجرۃ " سپارہ ۲۶ سورہ فتح

" ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم " سپارہ ۲۶ سورہ فتح

" بیعت زنان " ان الذین یبایعنک " سپارہ ۲۸ سورہ ممتحنہ

بن گورو بھو ندھ ترے نہ کوئی
جو برہما شنکر سم ہوئی

یعنی بدون پیر کے دنیا کے بحر ناپیدا کنار سے کوئی پار نہیں جا سکتا چاہے وہ برہما (خالق) اور شنکر (فنا و قہر) کے مانند کیوں نہ ہو۔ اور ان کا معراج خیال تو اس حد تک پہنچا ہے کہ گورو ہی برہما (خالق) گورو ہی وشنو (پروردگار) اور گورو ہی پاربرہم (قادر مطلق) ہیں۔ ایک صوفی فرماتے ہیں کہ ؎ من لیس لہ الشیخ فشیخہ الشیطان یعنی جس کا کوئی شیخ نہیں اس کا شیخ شیطان ہے۔ دوسرا صوفی کہتا ہے کہ ؎

شعر جس مرید کا درِ مرشد پہ خم نہیں — اللہ اور رسول کا اوس پر کرم نہیں
جو اعلیٰ مرتبہ درِ مرشد کو ہے نصیب — حاصل درِ ارم کو وہ سر کی قسم نہیں
ذاتِ خدا ملی ہے خدا ذات میں ہیں — اک نکتہ معرفت کا ہے کوئی وہم نہیں
جنکی رسائی بارگہِ پیر تک ہوئی — دور اس سے بارگاہِ خدا اک قدم نہیں
اللہ روٹھ جائیں تو شاید ملے پناہ — مرشد کے روٹھنے سے گزر ایک دم نہیں
مرشد کی ذات ذاتِ خدائے کریم سے — بہتر اگر نہیں ہے تو کچھ اس سے کم نہیں

آنند عمر پیر پرستی میں کٹ گئی!
کیا مجھکو اس سے بلا بھی کہ دیر و حرم نہیں! (خیالاتِ آنند)

اشعار نمبر (۱) و (۲) و (۳) مقامی ہیں جن کے انکشاف کی یہاں ضرورت نہیں۔ وہ علم سینہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہاں شعر نمبر ۴ کے متعلق اکثر لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ کجا خدائے برتر اور کجا مرشد۔ یہ غریب جسم پرست ہیں۔ انھیں ذات کی کیا خبر! یہ پیر مرشد کے جسم کو دیکھتے ہیں نورِ محمدیؐ کو نہیں۔ یہ منافق ہیں جو ذات و صفات کے جھگڑوں میں پھنس کر ذات سے کوسوں دور بھٹک رہے ہیں۔ باوجودیکہ اسی ذات کے رمز کو شعر نمبر ۳ میں صاف صاف کھول دیا گیا ہے۔ سورج سے کہیں اوسکی کرن علیحدہ ہے مگر ان سے سمجھتے؟

ہمارا عقیدہ ہے کہ جو فرق ہے کہ خدا اور رسول کے درمیان ہے وہی خدا اور پیر کی ذات میں ہے اور یہ صرف ہمارا ہی خیال نہیں سلسلہ بزرگان سلف نے بھی یہی فرمایا ہے کہ ؎

۴۔ زُہد ٹاٹ کا لباس پہننا اور جَو کی روٹی کھانا نہیں ہے بلکہ دُنیا میں نہ مشغول ہونا اور درازی اُمید کو کوتاہ کرنا ہے۔ (حضرت سفیان ثوری رح)

۵۔ اہلِ معرفت وہ قوم ہیں کہ جب بات کہتے ہیں خدائے تعالیٰ ہی کی کہتے ہیں۔ اور جب عمل کرتے ہیں خدائے تعالیٰ ہی کے واسطے کرتے ہیں۔ اور جب طلب کرتے ہیں خدائے تعالیٰ ہی سے طلب کرتے ہیں۔ (حضرت فتح موصلی رح)

۶۔ فقیر وہ ہے کہ غذا اُسکی وہ ہوئے کہ جو یاوے یا آدھ۔ لباس اُسکا وہ ہوئے کہ ستر کو ڈھانپے اور گھر اُسکا وہ ہوئے کہ جہاں رہے۔ (حضرت ابوتراب نخشبی رح)

۷۔ تین خصلتیں اولیاء اللہ کی ہیں:- (۱) اعتماد کرنا خدائے تعالیٰ پر تمام چیزوں میں (۲) بے نیاز ہونا تمام چیزوں سے (۳) رجوع ہونا اُسکی طرف تمام چیزوں میں (حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رح)

۸۔ ولی وہ ہے کہ جو اپنے نفس سے اخلاص طلب کرے (حضرت ابوحفص حداد رح)

۹۔ آدمی دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ جو بخود عارف ہیں اور دُوسرے وہ کہ عارف بحق ہیں۔ جو عارف بخود ہیں اُنکا تو شغل اور مشغولی مجاہدہ اور ریاضت ہے۔ اور جو کہ عارف بحق ہیں اُنکا شغل اور اشتغال عبادت اور طلب رضاء حق ہے (حضرت منصور عمار رح)

۱۰۔ صوفی مثل زمین کے ہوتا ہے۔ کہ تمامی پلیدی اُسمیں ڈالتے ہیں اور تمامی نیکوئی اُس[illegible] سے باہر نکلتی ہے۔ اور فرمایا تصوف ایک ذکر ہے اجتماع سے اور ایک وجد ہے استماع سے اور ایک عمل ہے اتباع سے (حضرت جنید بغدادی رح)

۱۱۔ جو کہ برگزیدہ ہوا ماسوا اللہ سے وہ صُوفی ہے (ایضاً)

۱۲۔ صُوفی وہ ہے کہ اُسکا دل مثل دلِ ابراہیم علیہ السلام کے سلامت پایا ہوا [illegible] دُنیا کی دوستی سے اور خدائے تعالیٰ کے فرمان کا بجا لانے والا ہو اور تسلیم اُسکی مثل تسلیم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ہو۔ اور اندوہ غم اُسکا مثل داؤد علیہ السلام کے غم و اندوہ کے ہو اور فقر اُسکا مثل فقر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہو۔ اور صبر اُسکا مثل صبر ایوب علیہ السلام کے ہو۔ اور شوق اُسکا مثل شوق موسیٰ علیہ السلام کے ہو۔ اور مناجات میں اخلاص اُسکا مثل اخلاص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو۔ (ایضاً)

۲۔ پیر کامل کی شناخت

پیر کامل کا جاننا آسان نہیں ہے۔ خانہ دار بیچارہ کیسے جان سکتا ہے کہ کون کیسا ہے اسلئے کہ مالک نے عجیب عجیب رنگ برنگ کے فقرا بنائے ہیں جن سے اپنے نظام کا کام لیا کرتا ہے۔ کسیکو دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ خانہ دار سے بھی بڑھکر لوازمات زندگی میں ملوث ہے۔ کوئی ایسا خوش خور اور خوش وضع اور تراش خراش والا ہے کہ جاننا بھی گمان غالب نہ ہوگا کہ وہ دولت فقر سے مالامال ہے۔ کوئی ایسا گندہ بندہ بنا ہوا ہے کہ جسکے نزدیک جانا بھی مرغوب خاطر نہیں ہوسکتا۔ کوئی مجنون وار ادھر ادھر پھرتا نظر آئیگا کہ جسکی لاابالی باتوں کو سنکر ہی اعتقاد ادھر رجوع نہ ہوگا۔ غرضیکہ اس گورکھ دھندے کا پتہ لگانا آسان نہیں ہے۔ اس لئے کہ

ہر خار مغیلاں گل تر ہو نہیں سکتا ہر قطرۂ ناچیز گہر ہو نہیں سکتا
مس پر جو ملمع ہو تو زر ہو نہیں سکتا قلعی سے کبھی آئینہ قمر ہو نہیں سکتا
جس پاس عصا ہو اسے موسیٰ نہیں کہتے
ہر بات کو عاقل ید بیضا نہیں کہتے

بزرگان سلف نے مختلف معیار قائم کئے ہیں۔ انھیں پر عمل کرنا ہمارا فرض ہے۔ ذیل میں ہم چند نامی اولیاء اللہ کے قائم کردہ معیار کو درج صفحہ کرتے ہیں:-

۱۔ مومن وہ ہے کہ اپنے نفس امارہ کے مقابل کھڑا رہے۔ عارف وہ ہے کہ اپنے خداوند کے حضور میں کھڑا رہے۔ (حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ)

۲۔ صوفی وہ ہے کہ خدا کے ساتھ دل صاف رکھے اور عارف وہ لوگ ہیں کہ انکو سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں پہچانتا۔ اور کوئی انکی تعظیم اور عزت نہیں کرتا۔ (حضرت بشر حافی رح)

۳۔ [illegible] روایت ہے کہ جب چپ رہے تو اوسکی گفتگو اوس کے خیال کی حقیقت ہو دسے یعنی ایسی بات کہے کہ اوس میں وہ خود نہ ہو۔ اور جب تماشش ہوئے تو اوسکا معاملہ اوس کے حال کا بیان کرنیوالا ہو۔ عارف ایسا شخص ہوتا ہے کہ جو خلق میں رہتا ہے اور پھر ان سے جدا رہتا ہے (حضرت ذوالنون مصری رح)

اور شہرت کے بعد گمنام ہو وے۔　(حضرت ابو حمزہ محمد بن ابراہیم البغدادی رح)

۲۸۔ صوفی وہ ہے کہ جب اوسکو حق سے وصل ہو جاوے تو پھر حوادث کا اثر مطلق اوس پر ظہور نہ پاوے۔
(حضرت ابوالحسن بن ابراہیم الخطری رح)

۲۹۔ صوفی وہ ہے کہ عدم کے بعد موجود نہ ہوا اور وجود کے بعد معدوم کو نہ دیکھے (ایضاً)

۳۰۔ عارف کو ہر وقت ولولۂ عشق کا ہوتا ہے اور ہمیشہ خدا کی قدرت و آفرینش میں متحیر رہتا ہے۔ اگر کھڑا ہوتا ہے تو وہم دوست کا ہے۔ اگر بیٹھا ہے تو ذکر دوست کا ہے۔ اگر سوتا ہے تو گویا خیال دوست میں متحیر ہے۔ اگر جاگتا ہے تو دوست کے حجاب عظمت کے آس پاس گھوم رہا ہے۔ (خواجہ معین الدین چشتی رح)

۳۱۔ عارف متوکل وہ ہے کہ ان تین چیزوں سے اپنے دل کو علیحدہ اور یکسو کرلے (۱) علم سے (۲) عمل سے (۳) خلق سے۔　(ایضاً)

۳۲۔ وہی عارف ہے جسمیں یہ تینوں رکن پائے جائیں:- (۱) ہیبت (۲) تعظیم (۳) حیا۔　(ایضاً)

۳۳۔ درویش کو چاہیئے کہ ان چار چیزوں سے دور رہے (۱) آنکھوں کو اندھا کرے تاکہ آدمیوں کا عیب نہ دکھائی دے (۲) کانوں کو بہرہ کرلے تاکہ جو بات نہ سننے کے قابل ہو نہ سنے۔ (۳) زبان کو گونگ کرلے تاکہ جو بات کہنے کے لائق نہیں ہے اوس کو نہ کہے (۴) پاؤں کو لنگڑا کرلے تاکہ جو جگہ نہ جانیکی ہے وہاں نہ جائے۔ اگر کسی میں یہ حقیقت دکھائی دے تو یقین جان لے کہ وہ درویش ہے۔ (خواجہ بابا فرید گنج شکر رح)

۳۴۔ درویش وہی لوگ ہیں جو بلا پر صبر کریں اور ثابت قدم رہیں۔ (سلطان نظام الدین اولیاء رح)

۳۵۔ وہ طائفہ کہ جن کا ظاہر اور باطن آراستہ ہے وہ مشائخ لوگ ہیں۔ (حضرت ملک الفقراء شیخ نظام الحق رح)

۳۶۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں:-

۱۔ پیرے طلب اے پسر کہ در راہ　　از بار خطر تو باشد آگاہ
۲۔ پیرے کہ نہ چرخ سازدش پیر　　خود را طلبد ز راہ تدبیر
۳۔ پیرے کہ نہ مبتدائے باشد　　آں پیر کہ مبتدائے راہ است
۴۔ پیرے کہ محقق است و کامل　　پیرے کہ مقر راست و واصل

۳۷۔ دوسرے بزرگ فرماتے ہیں کہ:-

فقر را از چشم و از سیمائے او　　می شناسد ہر کہ دارد رنگ ہو

۱۳- زاہد وہ ہے کہ دنیا کو زوال کی نظر سے دیکھے تاکہ اُس کی آنکھ میں دنیا کی کچھ قدر و قیمت نہ رہے اور دل کو آسانی کے ساتھ اُس سے اُٹھا سکے۔ (حضرت ابو عبداللہ جلاد رح)

۱۴- فقیر وہ ہے کہ نگاہ رکھے اپنے سر کو اور نفس اپنے کو اور ادا کرے فرض خدا کے (حضرت ابو محمد کریم رح)

۱۵- مومن کی قوت و غذا یاد الٰہی اور ریاضت ہوتی ہے۔ (حضرت ابن عطار رح)

۱۶- فقیر وہ ہے کہ فقر سے ایسا اُنس پکڑے جیسا کہ جاہل نقد سے اور فقیر کو نقد سے ایسی وحشت ہو جیسی کہ جاہل کو فقر سے۔ (حضرت سمنون محب رح)

صوفی وہ ہے کہ ایک رہے سب کے ساتھ ان سے اور علیحدہ رہے تمام عطاؤں سے۔
(حضرت ابو عبداللہ محمد بن محمد فضل رح)

۱۸- عارف وہ ہے کہ کسی چیز سے اُس کو تعجب نہ آوے۔ (حضرت عبداللہ منازل رح)

۱۹- ولی وہ ہے کہ اپنے حال سے خالی ہووے اور خدائے تعالیٰ کے مشاہدے سے باقی۔ اور حق تعالیٰ اُس کے اعمال کا متولی ہو اور راہ اپنے اُس پر کچھ اختیار نہ ہووے۔ (حضرت ابو علی جرجانی رح)

۲۰- عارف وہ ہے کہ اپنے دل کو حق تعالیٰ کے حوالے کئے ہو اور تن کو خلق کی خدمت کے لئے چست و چالاک کئے ہو۔ (ایضاً)

۲۱- صوفی وہ ہے کہ صفوت یعنی اُس سے ہے۔ صفا یعنی صفائے باطن پر اور رہو اُس کو چکھا دے ذائقہ فنا کا اور دنیا کو اُس کے پیچھے تمام کر ڈالتی ہے۔ اور پاک صاف رہے دنیا سے عین راحت میں رہے وقت تعلق رہنے کے دنیا سے۔ (حضرت عبداللہ حنیف رح)

۲۳- صوفی واحد الذات ہے۔ نہ وہ کسی کو جانتا اور نہ کوئی اس کو۔ (حضرت حسین منصور حلاج رح)

۲۴- صوفی وہ ہے کہ اس کے دل میں اندیشہ نہ ہووے اور گفتار اُس کو نہ ہووے ہنسنے اور رسوائی اس کو نہ ہو۔ کھانے اور کھانے کا مزہ اس کو نہ ہو۔ حرکت اور سکون۔ اندوہ و شادی اس کو نہ ہو۔

۲۵- صوفی اس وقت صوفی ہوتا ہے کہ تمامی خلق کو اپنی عیال دیکھے۔ (حضرت ابوالحسن خرقانی رح)
سب کا بار اُس پر [illegible] (حضرت ابو بکر شبلی رح)

۲۶- صوفی وہ ہے کہ خلق سے منقطع رہے اور حق سے متصل رہے (ایضاً)

۲۷- صادق صوفی کی علامت یہ ہے کہ [illegible] کے بعد خوار ہووے۔ [illegible] کے بعد درویش ہو سکے

ہمارا ذاتی اعتقاد یہ ہے کہ یہ بھی نوشتۂ تقدیر ہوتا ہے۔ اور لوح پر درج رہا کرتا ہے جو جہاں کا ہوتا ہے وہاں پہنچکر فیضیاب ہوتا ہے کیونکہ اگر ایسا نوشتہ نہ ہوتا تو سب ایک ہی پیر مرشد وقت سے مرید ہوتے۔ ہندی اسکو سنسکار کہتے ہیں۔ جسکا جیسا سنسکار ہوتا ہے اسکو ویسا پیر ملتا ہے۔

۳۔ پیر کے فرائض

قبل اسکے کہ ہم مرید کے فرائض لکھیں پیر کے فرائض کا لکھنا ضروری ہے اسلئے کہ پیر مرید کا مشاطہ ہوا کرتا ہے۔ جیسا چاہتا ہے ویسے سنوار تا بناتا ہے۔ ایک ہندی شاعر کہتا ہے کہ ؎

۱؎ پیر کامل   پورے ستگور کے بنا۔ پورا سکھیہ نہ ہوئے   ۲؎ مرید

گورو لوبھی۔ سکھ لالچی۔ پوڑے بھو بدہ دوے   ۳؎ بحر دنیا

فی زمانہ پیری مریدی نے ایک پیشہ کی صورت اختیار کرلی ہے ورنہ زمانہ سلف میں پیر کڑے امتحانوں کے بعد کہیں کسیکو مرید کیا کرتے تھے۔ حضرت حافظ شیرازی اور نظام الملک اولیا بادشاہ کے قصے سبکو معلوم ہیں۔ یہی حالت ہندی فقرا میں بھی پہلے رہی تھی۔ مگر اب وہی ہوا ادھر بھی بہہ رہی ہے پیر کوشاں رہتے ہیں کہ مریدوں کی تعداد جسقدر بڑھے بڑھنا چاہیئے۔ بلکہ جو مرید اوروں کو چیلا بنوا دے وہ مقبول سمجھا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ پیر لوگ مرید کو فرداً فرداً پہچان بھی نہیں سکتے۔ انکی خبر گیری کا سوال دور کنار! ان سب کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ پیری اور پیر کو لوگ (باوجودیکہ یہ مرتبہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا) نیچی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ مجھے ذاتی تجربہ اسکا ہے۔ میرے پیر مرشد کسیکو جلد مرید نہیں کرتے تھے۔ قصہ طول ہے مگر مختصراً بیان کرتا ہوں۔ جب میرے دلمیں یہ خیال پیدا ہوا کہ کسی فقیر سے مرید ہوؤں تو تین سال تک آپکے حضور کی حضوری حاصل کرنے کے بعد ایکبار جب حضور غریب خانہ پر تشریف فرما ہوئے تو لوازمات مریدی فراہم کرکے اُن کے روبرو گیا۔ آپ مراقبہ میں تھے۔ جب آنکھیں کھولیں تو دست بستہ دھیمی آواز سے عرض کیا کہ قدم مبارک میں قبول فرمایا جائے۔ آپنے صاف انکار کیا اور فرمایا کہ میں مرید نہیں کرتا۔ اسلئے کہ پیری کے فرائض بہت سخت ہوتے ہیں۔ جسطرح باپ لڑکا پیدا کرکے اسکا ہر نوع ذمہ دار بن جاتا ہے۔ اسیطرح پیر کسیکو مرید بناکر ذمہ دار بن جاتا ہے۔ بقول ؎

رنگ ہو کا ہر کس و ناکس میں ہونا غیر ممکنات سے ہے۔ مفہوم یہ نظر آتا ہے کہ فقیر کو فقیر ہی شناخت کرسکتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے۔

سنت کبیر داس فرماتے ہیں کہ:۔

تَن مَن تاکو دیجئے جا میں رَم شیلا بہہ — آپ آپ میں رَم رہیں نہیں آ دین منیں جا بہہ
تن مَن تاکو دیجئے جا میں رنجل پر سنگ — رنگ رُوپ کی کھاں ہوئے۔ رہت رُوپ آسنگ
تن مَن تاکو دیجئے جا میں نہیں ہنکار — کام۔ کرودھ۔ مَد۔ لوبھ کا لیس نہیں لبستار

اُسکو تن من دیجئے کہ جو خواہشات نفسانی کا شکار نہو۔ جو اپنے آپ میں سمایا رہے۔ اس کا من ادھر اُدھر اُڑا دے جا دے نہیں۔ جو ہمیشہ صاف ستھری تعلیم دے۔ سب کے رنگ و روپ میں بلتا ہوا سب سے الگ رہے۔ جس میں غرور۔ شہوت۔ غصہ۔ لالچ وغیرہ نہ ہو۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ آخر دنیادار کیا کرے؟

گوسائیں تلسی داس فقیر کی شناخت سادے ستھرے الفاظ میں یہ بتاتے ہیں کہ:۔

"جو جن رُد کھے، بکھے رس، چکنے رام سنیہہ
تُلسی تے پیرِیہ رام کو۔ کانن بسیں کہ گیہہ"

یعنی جو لوگ نفسانیت سے پرے اور مالک کے محبت میں غرق ہیں وہی رام کے پیارے ہیں چاہے جنگل میں رہیں یا گھر میں۔

روایت ہے کہ ایکبار دارا شکوہ بادشاہ (جو بہت فقیر دوست تھا) بابا لال داس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور متعدد سوالات کئے۔ جن کا جواب کافی وافی پاکر بہت ہی محظوظ ہوا۔ اُن سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ "بزرگ ترین پیر مرشد کون ہے؟ اور اعلیٰ ترین مرید کون ہے؟ جواب ملا تھا کہ جو مرید کو اپنی طرف مائل کرلے وہ بزرگ ترین پیر ہے۔ اور جو پیر کی جانب دل سے رجوع ہو جائے وہ اعلیٰ ترین مرید ہے۔ مطلب یہ کہ جس بزرگ کی خدمت میں بغرض بیعت جاؤ دیکھو تمہارا دل اُدھر رجوع ہوتا ہے۔ اگر ہوتا ہے تو مرید ہو جاؤ۔ کیونکہ سارا کھیل دل کے رجحان کا ہے۔ خواہ مخواہ کو بیعت نہ کرنا چاہئیے۔ کیونکہ:۔

اے بسا ابلیس آدم صورت است — پس بہر دستے نہ باید داد دست

ہو کر گھبراتا ہے۔ اسی نوع ضرب لگانے کا طریقہ عموماً رائج ہے۔ پیر لوگ نہیں دیکھتے کہ آیا مرید کا قلب اوس نام پاک کے آتشی ضرب کو برداشت کر سکیگا یا نہیں پیر لوگ ضرب لگانے کی ہدایت فرما دیتے ہیں۔ غریب مرید یہ سمجھکر کہ پیر صاحب نے اوّل چیز مرحمت فرمایا ہے مشغول کار ہو جاتا ہے۔ انجام کار یہ ہوتا ہے کہ اُسے اختلاج قلب کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی ہندی فقرا بھی جھٹ ترکُٹی دھیان (تصوّر نقطۂ سویدا) کی تلقین فرما دیتے ہیں۔ غریب نہیں جانتے کہ مرید اس کرۂ آتشی میں ٹھہر سکیگا یا نہیں۔ نتیجہ جو ہو رہا ہے اظہر من الشمس ہے۔ شاید ہی کوئی منزلِ مقصود تک پہنچ پاتا ہے۔ اُنھیں جاننا چاہیئے کہ ؎

ہر مدعی عشق بوالہوس را نہ دہند | سوزِ پرِ پروانہ مگس را نہ دہند
عمرے باید کہ یار آید بہ کنار | این دولتِ سرمد ہمہ کس را نہ دہند

میری رائے ناقص میں نجانہ دار کو پورا کلمہ شریف ورد کرنیکی ہدایت کرنی چاہیئے اور اگر دیکھیں کہ اُسکا رجحان روحانیت کے جانب ہے تو ہدایت کرنی چاہیئے کہ " لا الٰہ الا اللّٰہ " آہستہ سے کہے اور " محمد الرسول اللّٰہ " کے لفظ " محمد " کا ضرب قلب پر دے۔ اگر طالب کا روحانیت کے جانب زیادہ رجحان ہے تو ایسے طالب کو " لا الٰہ الا اللّٰہ " کا ورد یوں کرانا چاہیئے کہ ننانوے ۹۹ بار محض اسیقدر پڑھے اور " الا اللّٰہ " کا ضرب قلب پر لگاتا جائے اور سوویں بار پورا کلمہ پڑھے۔ اور لفظ " محمد " کا ضرب قلب پر دیکر تسبیح ختم کرے۔ اگر طالب دُنیا سے بالکل تارک ہے تو اُس سے " الا اللّٰہ " کا ورد کرانا چاہیئے۔ بعد کچھ روز کے " اللّٰہ ہو " کا ذکر کرانا چاہیئے۔ " اللّٰہ ہو " کا ورد اوپر کے دو درجہ کے طالبان بھی کر سکتے ہیں۔ مگر انتخاب حالت قلب پیر کے ہاتھ میں ہے۔ اسم اعظم یعنی " اللّٰہ " کا ورد ہر درجہ والے کر سکتے ہیں۔

خیالات بالا پیر کا فرض اوّلین یہ ہے کہ بلا خیال منفعت مالی طالبوں میں سے مرید کا انتخاب پورے پانچ برس تال کے بعد کرے اور اُن کے تمام قلبی کمزوریوں کے رفع کرنے کے بعد تب بیعت کرے اور برابر اُن کی نگرانی کرتا رہے۔ اگر روحانی طاقت اسدرجہ حاصل نہیں ہے کہ گھر بیٹھے اُنکی نگرانی کر سکے یا آنکھ اُنکی رہنمائی کر سکے تو چاہیئے کہ بلا کر یا خود جا کر اُن کی دیکھ بھال کیا کرے۔

بائبل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ؎

" ایک بیج بونے والا بیج بونے نکلا۔ بوتے ہوئے کچھ راستہ کے کنارے گرا اور روندا گیا۔ اور آسمان کی چڑیوں نے اُسے چُگ لیا۔ کچھ کچھ چٹان پر گرا۔ اور اُگا۔ پر تری نہ پانے سے سوکھ گیا۔ کچھ جھاڑیوں کے

باغ سے جانے کہاں دیتا ہے اب لائے اُسے   بھانس کر دو چار بُلبل پھنس گیا صیاد بھی

غرضیکہ بصد اصرار جب اُدھر سے انکار ہی ہوتا رہا تو مجھے اپنی نااقابلیت پر سخت شرمندگی آئی۔ اور ندامت کے آنسو بے تحاشا آنکھوں سے جاری ہو گئے۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ فقرا کی طبیعت اندر سے بہت نرم ہوتی ہے۔ آخر میں اپنا گرویدہ جان کر مرید کرنا ہی پڑا۔ جو خبر گیری آپنے میری اپنے موجودگی میں فرمائی یا بعد پردہ کرنے کے بھی آپ فرماتے رہتے ہیں۔ اور جس سبک گامی کے ساتھ آپنے ہمارے منازل طے کرائے اگر اُنکا ذکر مفصل کروں تو ایک پوری کتاب تیار ہو جائے۔ حضور کو مجھے مرید کر کے خوش ہونے کا موقع تو شاید ہی ملا ہو مگر اپنجانب کو جو لطف حاصل ہوا اور ہو رہا ہے وہ ع "دل ہی جانتا ہے فائدہ کیا ہے منانے میں" غرضیکہ پیر کے فرائض وہی ہیں جو ایک اہل و عیال خانہ دار کے ہوتے ہیں۔ لڑکا لائق ہو یا نالائق باپ کو اُسکی خبر گیری کرنا ہی پڑتی ہے۔ اور اُس کے ہر فعل کا نیک ہو یا بد باپ ذمہ دار ہوا کرتا ہے پیر اگر اسیطرح اپنے فرائض ادا نہیں کرتا ہے تو مالک کے رُوبرو رُوسیاہ ہوتا ہے۔ بقول تلسی داس جی ؎

ہرہیں شیشہ دھن شوک نہ ہرہیں   سو گورو رَورَو نرک میں پرہیں

یعنی مرید کی دولت تو اینچ لیتا ہے پر اوس کے تکالیف دُور نہیں کرتا۔ ایسا گورو نارِ جحیم میں پڑتا ہے۔ پیر کو مثل حکیم کے ہونا چاہیئے۔ جب کوئی طالب حاضر خدمت ہو تو پہلے اُوس کے دلی فیض کو ٹٹولنا چاہیے کہ آیا وہ محض دُنیاوی یا فرضی طلب لیکر آیا ہے یا واقعی اُس کے دلمیں ٹیس ہے۔ اگر طلب کافی نہیں ہے تو اوسے وقتاً فوقتاً حاضر ہو کر صحبت سے فیض اُٹھانے کا موقع دینا چاہیئے۔ اور دلمیں ایکقسم کی کرید پیدا کرنا چاہئے۔ جب گورو یا پیر کے کلام اُس کے خانۂ دل کو جاروب بنکر صاف کر لیں اور محبت پیر اُسمیں جانشین ہونے لگے تب اپنے سلسلے کے قوانین کے مطابق اُسے مرید کر کے پھر حسب استعداد اُسکے اُس سے مجاہدات اور عبادات کرانے چاہئیں۔ مجھے آنکھوں سے دیکھنے میں آیا ہے کہ پیر لوگ بسا اوقات ایک ہی عمل یا شغل۔ مجاہدہ یا عبادت جو عموماً اُنھیں معلوم رہا کرتا ہے مرید کو بتا دیتے ہیں۔ غریب کو یہ نہیں معلوم کہ آیا مرید اُس کے قابل ہے یا نہیں میرے پاس اکثر اور روں کے ایسے مرید آئے کہ جن کے پیر صاحب کچھ بتا کر پردہ کر گئے ہیں۔ یا آنکہ دُور ہیں اور مرید بجائے اِس کے کہ بتائے ہوئے عمل سے مستفید ہو غار تکلیف میں پڑا ہوا ہے۔ کوئی حامی و مددگار نہیں مثلاً "اللہ ہو" کا ذکر عموماً خانہ دار لوگ کو بتا دیا جاتا ہے۔ بدون خیال اِس امر کے کہ آیا خانہ دار کیلئے یہ موزون ہے یا نہیں۔ "ہو" کا عالم پیدا کر دیتا ہے۔ اور ساری خانہ داری جہنم رسید ہو جاتی ہے۔ اور غریب نہ اِنجہتہ

جواب دیا کہ ہم لوگوں نے محض اسقدر کام کیا تھا کہ اپنے جانب کی دیوار کو اتنی چکنی اور چمکدار بنایا تھا کہ دوسرے صاحب کا پورا پورا عکس اس دیوار پر نظر آتا تھا اور نہ کوئی نقش بنایا نہ نگارا

ٹھیک یہی حالت پیر اور مرید کی ہوتی ہے۔ پیر مرید کے قلب کی صفائی اسقدر جہ کرتا ہے کہ اسے آئینہ بنا ڈالتا ہے۔ تب پیر کے اوصاف کی جھلک جیسنہ اسمیں صاف نظر آتی ہے ع "دل کا حجرہ صاف کر جاناں کے آنے کے لئے"

پیر کو لازم ہے کہ مرید کے دل کو اپنے کشش قلبی سے قطب نما کی طرح اپنے جانب مائل رکھے۔ ادھر ادھر نہ بھٹکنے دے۔ اگر اتنا نہیں کر سکتا اور پیری کا دم بھرتا ہے تو لا طائل دعوی کرتا ہے۔ بادی النظر میں مرید کے فرائض کڑے ہیں مگر دراصل پیر کے فرائض اس سے بدرجہا کڑے ہیں ؎

پارس میں اور پیر میں یہی تفاوت جان
وہ لوہا سونا کرے۔ یہ کرے آپ سمان

مریدوں کو قربت کی آزادی دینی چاہیئے نہ آنکہ اتنا رعب داب قائم کرے کہ بیچارے اپنے شکوک کو رفع نہ کر سکیں۔ انکو بار بار موقع دینا چاہیئے کہ وہ جو کچھ دل میں رکھتے ہیں بلا کھٹکے عرض کر کے ساری کھٹک دور کر سکیں کیونکہ ع "ہمنشینی یک نفس با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا"

بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ پیر لوگ مریدوں کو زندگی بھر شرع کے جکڑ بند میں مقید رکھتے ہیں۔ اور آگے بڑھنے نہیں دیتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غریب طریقت، معرفت اور حقیقت سے بے بہرہ رہتے ہیں۔ کاش اگر کوئی ان میں سے قدرتی کرید کے باعث اس جانب رجوع نظر آتا ہے تو اسے دبا دیتے ہیں۔ نہیں نہیں۔ اسے مطعون کرتے اور مرتد قرار دیتے ہیں۔

پیروں کو لازم ہے کہ مریدوں کی جانچ پڑتال کرتے رہیں جسطرح اسکولوں اور مدرسوں میں لڑکوں کا امتحان ہوتا ہے اور پاس شدہ لڑکے درجہ چڑھا دیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح پیروں کو چاہیئے کہ جو مرید شرعی معاملہ میں پابند نکلے اسکو طریقت میں لیجائیں اور جو طریقت میں بحال نظر آئے اسے معرفت کا راستہ دکھلائیں پھر حقیقت خود نظر آنے لگے گی۔

مذہب کی پابندی اور عبادت حصول نجات کیلئے ہے۔ اسلئے پیروں کو لازم ہے کہ طالبوں اور مریدوں کو آزاد بنانے کی کوشش کریں نہ کہ تعصب کا سبق سکھلائیں۔ میرے پاس دو مومن گنگاپور سے آئے انھوں نے کہا کہ پیر صاحب کا حکم ہے کہ کسی ہندو کے یہاں دانا پانی نکرنا۔ چونکہ میرے ست سنگ میں ہر مذہب وملت والے کو آزادی ہے کہ اپنے اپنے طریق پر رہے اور اپنے مذہب کے مطابق مالک کا نام لے اس لئے مجھے انکا کہنا گراں نہ گزرا بلکہ

کے بیچ میں گرا اور جھاڑیوں نے ساتھ ساتھ بڑھکر اُسے دبا لیا۔ اور کچھ اچھی سرزمین پہ گرا اور اُوگ کر سو گنا پھل لایا۔" یہ کہکر ایسوع نے بلند آواز سے کہا۔ "کہ جس کے کان ہو وہ سُن لے۔" اُس کے چیلوں نے پوچھا کہ تمثیل کیا ہے۔" اُس نے کہا کہ تمکو پرمیشور کے راج کے بھیدوں کی سمجھ دیگئی ہے پر اوروں کو مثال دیکر سُنایا جاتا ہے۔ اس لئے کہ بے دیکھتے ہوئے نہ دیکھیں اور سُنتے ہوئے نہ سمجھیں۔ تمثیل یہ ہے کہ بیج تو پرمیشور کا بچن ہے۔ راستہ کے کنارے کے وے ہیں کہ جنھوں نے سُنا تب شیطان آکر اُن کے من میں سے بچن اُٹھا لیجاتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وے اعتقاد کرکے نجات پائیں۔ چٹان پر کے وے ہیں کہ جب سُنتے ہیں تب آنند سے بچن کو قبول کرتے ہیں پر جڑ نہ رکھنے سے وے تھوڑی دیر تک اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور امتحان کے وقت بہک جاتے ہیں۔ جو جھاڑیوں میں گرا سو وے ہیں جو سنتے ہیں پر ہوتے ہوتے فکر اور دھن اور زندگی کے راحت و نشاط میں پھنس جاتے ہیں اور اُن کا پھل نہیں پختہ ہوتا۔ پر اچھی زمین کے وے ہیں جو بچن سُنکر بھلے اور اُتم من میں سنبھالتے رہتے ہیں اور دھیرج سے پھل لاتے ہیں۔"

مندرجہ بالا اُمور کو زیر نظر رکھکر اگر طالبین میں سے مُرید دنکا انتخاب کیا جائے تو مُرید کو لازمی افادہ ہوا در پیر کا بھی بول بالا رہے۔

× × ×

ایک روایت ہے کہ کسی بادشاہ نے اپنے محل کے کمرۂ خاص کو رنگنے کے لئے کچھ نقاش چین سے بلایا۔ مقامی رنگ سازوں اور نقاشوں کی بڑی دلشکنی ہوئی اور انھوں نے آپسمیں پنچائت کرکے بادشاہ سلامت کے یہاں درخواست دی کہ ایک جانب کی دیوار چین والوں کو دیجائے اور دوسرے جانب کے مقابل کی دیوار انکو دیجائے جسکی کاریگری اچھی ہو اُسے انعام عطا ہو۔ یہ تجویز معقول تھی۔ بادشاہ نے عرضی منظور کرلی۔ چنانچہ چین کے کاریگروں کو دی گئی ایک جانب کی دیوار دی گئی اور دوسرے جانب کی مقامی کاریگروں کے سپرد ہوئی اور بیچ میں ایک پردہ کھینچ دیا گیا اور دونوں طرف کے کاریگروں نے کام شروع کیا۔ مدت کے بعد بادشاہ سلامت نے کمرہ کا معائنہ کیا۔ پہلے چین کے کاریگروں کے تیار کردہ دیوار کے جانب تشریف لے گئے اور کام کو دیکھکر از حد خوش ہوئے۔ پھر مقامی کاریگروں کی دیوار کے جانب رجوع ہوئے تو انھوں نے بیچ میں جو پردہ تھا اُسے ہٹوا دیا۔ اور حضور پُر نور کو اپنی دیوار کا ملاحظہ کرایا۔ بادشاہ نے بجنسہ ویسا ہی نقش و نگار دوسرے جانب دیکھا اور خوش ہوئے۔ تب جہاں پناہ نے دریافت فرمایا کہ دونوں جانب کتنا خرچ پڑا ہے۔ معلوم ہوا کہ چین والوں کے مقابلہ نصف سے کم خرچ مقامی کاریگروں نے لیا ہے۔ بادشاہ بہت ہی خوش ہوا اور انعام عطا فرمایا۔ اور دریافت فرمایا کہ کیسے اُنھوں نے کم خرچ میں ویسا ہی کام بنایا۔ مقامی کاریگروں نے

دھن (دولت) کو اگر پیر کا خیال کروگے تو تم بُرے راہ میں خرچ نہ کروگے جسطرح ایک کوٹھی کے منیب کے ہاتھ میں سب کچھ ہوتا ہے لیکن اُسے مالک کا دھن سمجھنے کے باعث بیجا طریق پر خرچ نہیں کرتا یا ہونے دیتا۔ اُسی طرح تم سب کچھ رکھتے ہوئے بھی اگر پیر کا تصور رکھوگے تو محفوظ ہوگئے۔ مزید براں جب تم نے خود اپنے کو بیع کر ڈالا تو یہ سب لوازمات زندگی تو تمہارے "خود" کے طفیل میں فروخت ہو ہی گئے۔

راجہ جنک ایک بڑا بھاری سالک تھا۔ اہل ہنود میں ہوا ہے جو "دل بایار و دست با کار" رکھتا تھا اور اپنے زمانہ میں بڑے پایہ کا سالک تصور کیا جاتا تھا۔ عنفوان میں اسے شوق ہوا کہ کسی کو پیر بنائیں۔ چنانچہ اس نے اعلان کر دیا کہ جو کوئی اس کا شکوک کو رفع کر دیگا اُسی سے وہ مرید ہو جائیگا۔ بڑے بڑے فقرا و علمائے وقت آئے مگر اُسکو کوئی قائل نہ کر سکا۔ کیونکہ وہ بیدانتی منطقی اور فلسفی تھا۔ ایک روز جب اُسکی سواری جا رہی تھی راستہ کے بیچ میں ایک شخص لیٹا ہوا نظر آیا۔ چوبداروں نے اُسے ہٹانا چاہا مگر وہ نہ ہٹا۔ وزیر کو بھی خبر ہوئی وہ بھی آیا۔ مگر اس شخص نے ٹس سے مس نہیں کیا۔ تب راجہ خود آیا۔ اور عرض کیا کہ راستے میں لیٹ کر راستہ کو روکنا یہ ٹھیک نہیں۔ اُس نے راجہ کو بھی ٹھیکا سا بتایا مگر چونکہ جو الفاظ اُس کے منہ سے نکلتے تھے وہ رمز سے بھرے ہوتے تھے راجہ کو خیال آگیا کہ "مغز نیست در سر اجوان مرد نیست در سر پیر من" ہو نہ ہو یہ کوئی باکمال ہستی ہو۔ اس لئے راجہ اُس سے باادب گفتگو کرنے لگا۔ غرض اُس نے کہا کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ تجھے قائل کروں۔ اور مرید بناؤں۔ قصہ مختصر یہ کہ راجہ نے بہت سے سوالات کئے جس کا جواب معقول دیکر وہ راجہ کو برابر قائل کرتا گیا۔ (یہ سوالات و جوابات "اشٹاوکر گیتا" نامی کتاب میں درج ہیں جو بلا تعصب پڑھنے کے لائق ہے) جب بادشاہ قائل ہوا تو اُس نے درخواست کی کہ مجھے مرید کیجئے۔

فقیر نے جسکا نام اشٹاوکر تھا کہا کہ اگر میں تجھے مرید کروں تو مجھے حق پیری کیا دیگا۔ راجہ نے کہا کہ سارا شاہی خزانہ نذر کرونگا۔ فقیر نے کہا کہ یہ روپیہ رعایا کا ہے۔ ملک و رعایا کے حفاظت کے لئے ملا ہے۔ یہ تو تیرا نہیں ہے۔ راجہ نے کہا کہ سارا ملک و املاک نذر کرونگا۔ فقیر نے کہا یہ بھی تیرا نہیں۔ نسلاً بعد نسلاً چلا آیا ہے۔ اور آئندہ کے حقدار پائیں گے۔ راجہ نے کہا کہ رانی کو نذر کرونگا۔ فقیر نے کہا کہ اولاد ہونے کے باعث اب وہ بھی کلہم تیری نہ رہی۔ اولاد کا بھی اُسمیں حصہ ہو گیا۔ راجہ جیسے اپنے عقل پر بڑا ناز تھا ان جوابات کو سنکر گھبرایا اور عرض کیا کہ اب تو میرے پاس کچھ نہیں ہے کیا نذر کروں۔ فقیر نے کہا کہ ایک چیز تیری تیرے پاس ہے۔ اگر دینے کا وعدہ کرے تو میں طلب کروں۔ جبکہ راجہ تنگ ہو رہا تھا اُس نے فوراً وعدہ واثق کر لیا تب

خود ہی پرست ہونے کے باعث میں نے اُن سے ہدایت کیا کہ جبقدر پیر صاحب فرمائیں وہی کرو۔ وہ لوگ برابر ستسنگ میں حاضر آتے رہے۔ اتفاق وقت پیر صاحب اُنکے یہاں آئے۔ اُن سبھوں نے میری کتاب "تجلیات آنند" اُن کے نذر کیا۔ اور پوچھا کہ اگر حضور حکم دیں تو ہم لوگ اس فقیر کی صحبت میں جایا کریں۔ پیر صاحب نے میری کتاب پڑھا اور میری تصویر بھی دیکھا تیسرے پہر فرمایا کہ تم لوگ بیشک جاؤ اور کھان پان کا سوال اُنکے درمیان نہ لاؤ۔ یہ تو جات پانت کے جھگڑوں سے الگ ایک ذات اکبر کے ماننے والے ہیں۔

قصہ مختصر یہ کہ جو فقیر ذات واحد سے تعلق رکھتے ہیں وہ جات پانت کے بکھیڑوں میں نہ خود پڑتے ہیں نہ مریدوں کو ڈالتے۔ ہاں جو صفاتی طبقہ کے فقرا ہیں وہ خود ان بکھیڑوں میں اُلجھے ہوئے ہیں۔ اور مریدوں کو بھی اُلجھائے رکھتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ؎

"نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم ٭ نہ ادھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے"

۴۔ مرید کے فرائض

مرید ہو جانا یا بیعت کا شرف حاصل کر لینا دیکھنے میں بہت آسان نظر آتا ہے مگر جب مرید کے فرائض پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک بہت ہی کٹھن سودا ہے۔ بقول ؎

اس بزم میں جو آئے سمجھ بوجھ کر آئے ٭ دل پکڑے ہوئے آئے اور تھامے جگر آئے

لینا ہے یہاں کچھ نہیں۔ دینا ہی ہے دینا ٭ جو آئے ہتھیلی پہ لئے اپنا سر آئے

([illegible])

اگر لفظ بیعت کے معنی کو غور سے دیکھیں تو معلوم ہو جائیگا کہ آخر مرید ہونے کا مطلب کیا ہے۔ اپنے کو پیر کے ہاتھوں بیچ ڈالنے کا نام بیعت ہے جسکو ہندی تن۔ من۔ دھن گورو کو ارپن کرنا کہتے ہیں۔ بعض مسخرے کہتے ہیں کہ کیا گورو کو واقعی یہ سب دیکر آپ خالی ہو جانا چاہیئے؟ یا آنکہ کیا گورو یا پیر ان چیزوں کا بھوکا ہے؟ میاں اس دینے یا ان کو گورو کے ہاتھوں بیع کرنے کا یہ مطلب ہے کہ ان چیزوں کو اپنے تحت میں رکھتے ہوئے بھی تم اپنی پیر کا تصور کرو مثلاً تن (جسم) کو اگر پیر کا سمجھو گے تو اس سے بُرے کام نہ کر سکو گے کیونکہ پیر کی ہیبت دل میں موجود رہیگی۔ "من" (دل) کو اگر پیر کا سمجھو گے تو اسمیں بُرے خیالات نہ آنے دو گے۔ کیونکہ ؎

وسعت ہمارے دل کی کوئی کیا بتا سکے ٭ یہ دل وہ ہے کہ جسمیں خدا تک سما سکے

(۴) جو مرید اپنے پیر سے حسنِ عقیدت نہیں رکھتا، وہ مرید نہیں ہے۔ (ایضاً)

(۵) جب پیر مرید کو آواز دے اور وہ مرید فوراً جواب دے تو ایک برس کی عبادت اس کے نامۂ اعمال میں لکھتے ہیں۔ (ایضاً)

(۶) پیر کا فرمان مثل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے ہے۔ جو پیر کا فرمان بجا لاویگا گویا کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بجا لایا۔ (ایضاً)

(۷) جب کوئی کسی کا مرید ہوتا ہے۔ اور ارادت لاتا ہے۔ تو اسے تحکیم کہتے ہیں۔ یعنی پیر کو اپنے اوپر حاکم مقرر کرتا ہے۔ پھر اگر پیر حکم دے اور اسے بجا نہ لاوے تو تحکیم کہاں ہوئی۔ (حضرت ملک الفقرا شیخ نظام الحق رح)

(۸) پیر اگر کوئی حکم ناشائستہ بھی فرمائے تو مرید کو لازم ہے کہ ضرور تعمیل کرے (ایضاً)

اقول ہے۔ آں عقل کجا کہ در کمال تو رسد   واں روح کجا کہ در جلال تو رسد

گیرم کہ تو پردہ برگرفتی ز جمال   آں دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد

(۹) ہرگز مرید نہیں ہوتا جب تک کہ خدا سے زیادہ فرمانبردار اپنے پیر کا نہ ہو۔ (حضرت ذوالنون مصری رح)

اقول ہے۔ در لشکر روز پیش کرد سمت آفتاب   ختم کن واللہ عالم بالصواب

(۱۰) مرید کا گھر خانقاہ ہے۔ اس کی روزی توکل اور اس کا پیشہ عبادت ہے۔ (حضرت ابو تراب النخشبی رح)

(۱۱) مرید کے واسطے تنہائی زہر ہے۔ (حضرت عبداللہ خنیق رح)

(۱۲) مرید وہ ہے کہ علم کی نگہداشت میں ہوئے۔ (حضرت جنید بغدادی رح)

(۱۳) مرید کے لئے تین چیزیں خوب ہیں: (۱) خواب اس کا وقت غلبہ کے ہوئے (۲) اس کا کھانا وقت فاقہ کے ہوئے۔ (۳) اس کا بولنا وقت ضرورت کے ہوئے (حضرت ابوبکر کتانی رح)

(۱۴) پیر تیرا آئینہ ہے۔ اس سے تو اسقدر دیکھ سکتا ہے۔ کہ جسقدر تیرے ارادت کا نور ہے۔ (حضرت ابو العباس قصاب رح)

(۱۵) مرید کے لئے ایک درویش کی خدمت میں رہنا سو رکعت نماز نفل ادا کرنے سے بہتر ہے اور ایک نوالہ کم کھانا تمام رات نماز نفل پڑھنے سے بہتر ہے۔ (ایضاً)

(۱۶) مرید کی علامت یہ ہے کہ غیر جنس سے نفرت کرنے والا ہوئے اور ہم جنس کا طالب ہو۔ (حضرت ابوبکر صیدلانی رح)

(۱۷) مرید کی زندگانی نفس کی موت اور دل کی حیات میں ہے۔ (ایضاً)

(۱۸) جو شخص کہ پیر کی مخالفت کا ارادہ کرتا ہے وہ طریقت سے خارج ہوتا ہے اور اس کا تعلق پیر سے کٹ جاتا ہے۔ (حضرت ابو علی الدقاق رح)

فقیر نے کہا تیرے پاس تیرا من (دل) ہے اُسے ہمکو دیدے۔ راجہ نے کہا کہ "دیا"، یہ سُنکر فقیر اُٹھا اور چلتا بنا۔ راجہ گھبرایا کہ اس نے کچھ تلقین بھی نہ کیا۔ اور چلتا بنا۔ چونکہ خود گیانی (عقلمند) تھا۔ فوراً ندائے غیبی اندر سے آئی کہ دل تو تُو دے چکا ہے اب یہ خیال کہاں سے پیدا ہو رہا ہے۔ اس آواز کا آنا تھا کہ وہ ایسا ساکت بن گیا کہ وہیں بُت بنکر بیٹھ گیا۔ وزیر وزراء بہت گھبرائے کہ یہ کیا ہو گیا۔ قصّہ مختصر یہ کہ راج کاج سب نے سنبھالا اور راجہ وہاں کا وہیں بیٹھا رہا۔ گویا۔ نوکر۔ چاکر، خیمہ وغیرہ سب ہی آسائش کے سامان وہاں مہیا کئے گئے۔ مگر سب بیکار تھے۔ کچھ زمانہ یوں ہی گزر گیا۔ اچانک وہی فقیر ایک روز وہاں پھر نمودار ہوا۔ دیکھا کہ راجہ صُم بُکم آسن جمائے ہوئے بیٹھا ہے۔ قریب گیا اور شانوں پر ہاتھ رکھکر ہلایا اور پوچھا کہ کیسے ہو؟ راجہ خاموش رہا تب فقیر نے کہا کہ بس جو من (دل) تُمنے ہمکو دیا اُسے عاریتاً تمکو دیتا ہوں۔ تم اُس کے ذریعہ سے ہمارے باتوں کا جواب دو۔ چنانچہ فقیر نے پھر اُن سے بات چیت کرکے اُن کو قائل کیا۔ اور راجہ محل میں لایا۔ اور کچھ دِن ساتھ رہکر راج کاج کرایا۔ اور چلتے وقت کہا کہ تمہارا دل۔ جو اب ہماری ملکیت ہے تمہیں عاریتاً دے جاتے ہوں اسی سے راج کاج کرو۔ اور یادِ مولا میں مگن رہو۔ یہ دل بایار و دست با کار۔ کی سب سے بڑی تمثیل ہے جس پر مُریدوں کو کاربند ہونا چاہیئے۔ تن من۔ دھن۔ کیا یعنی اپنی ساری خودی پیر کے ہات بیچ کر کے اُن سے اُسے پیر کا کام لو جیسے کسی کی عاریتاً دی ہوئی چیز سے کام لیتے ہو۔

رہ نوردانِ محبت را پیام از ما رساں　　کاندریں رہ یک قدم از خود گذشتن منزل است

۔۔۔ کبیر فرماتے ہیں (دوہا)

من دیا جن سب دیا۔ من کے سنگ شریر　　اب دینے کو کیا رہا۔ یوں کتھ کہیں کبیر

۔۔۔ بزرگان سلف مرید کے فرائض کے متعلق فرماتے ہیں :۔

(۱) فرزند (مُرید) سعیدتر وہ ہے کہ جو کچھ پیر مرشد کی زبانِ مبارک سے سُنے اُس پر خوب دل لگائے اور کان دھرے اور اُس پر عمل کرتا ہے۔　(خواجہ خواجگان خواجہ عثمان ہارونی رحؒ)

(۲) مرید کے لئے بڑی سعادت یہ ہے کہ جو کچھ اپنے پیر کی زبان سے سُنے گوش ہوش اُسکی طرف لگائے رکھے اور اُسکو لکھتا جائے۔ ہر حرف کے بدلے جو لکھتے ہیں آدمے ہزار برس کی طاعت اُس کے نامۂ اعمال میں درج ہو

(خواجہ بابا فرید گنج شکر رحؒ)

(۳) ایک دن صدق کے ساتھ پیر کی خدمت کرنی بے صدق ہزار برس کی عبادت سے بہتر ہے۔

(حضرت سلطان نظام الدین اولیاء رحؒ)

مرید لوگ بیعت کو ایک رسمی چیز تصور کرتے ہیں۔ جس طرح لوگ کلمہ پڑھکر امت محمدی کہلانے کے خواہاں ہوجاتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ سر بسر جبتک ہم حضور کے کہنے کے مطابق نہ چلینگے ہرگز ہرگز ان مسالک کے مرید میں سلک نہیں ہوسکتے۔ یہی حالت اور مذاہب اور طریقوں اسکے چلنے والوں کی بھی ہے۔ کہ چاہیے بزرگان دین کے کہنے پر چلیں نہ چلیں خوامخواہ دوسروں سے افضل کہے جانے کے لئے پلے پڑتے ہیں۔

اگر نظر غور سے دیکھا جائے تو مرید ہی پیر ہوا کرتا ہے۔ مگر سب مرید اس درجہ کو نہیں پہنچتے۔ وجہ یہ ہے کہ جو خال خال پیر کے حکم کے مطابق چلتا ہے وہی اُن کے نظر کرم کا مستحق اور ان کے جانشینی کا مستوجب ہوتا ہے۔ اس درجہ کو حاصل کرنے کے لئے سب سے سلیس نسخہ یہ ہے کہ اپنے خودی کو پیر کے ذات پاک میں حلول کرکے اُن کے تصور میں اپنے کو محو کرتے رہو۔ بقولیکہ ؎

محویت یادِ رخِ دلدار میں ایسی بڑھے ۔۔۔ خود صنم بنجائے۔ دل اپنا۔ صنم خانہ رہے

جب اس درجہ محویت بڑھ جائیگی تو انجام کار کیا ہوگا؟ فقیر فرماتا ہے ؎

وصل کی حسرت مٹے۔ دیدار کی خواہش نہو ۔۔۔ جلوۂ جاناں سے۔ دل۔ اک آئینہ خانہ رہے

یعنی جدھر دیکھوگے پیر ہی پیر نظر آئیگا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ؎

یادِ او۔ باجان چناں آمیخت کز فرطِ طلب ۔۔۔ یادِ او۔ او گشت۔ او درجان نہاں شد غائب

اور واقعہ یہ ہے کہ ؎

مورا مجھ میں کچھ نہیں۔ جو کچھ ہے سو تور ۔۔۔ تیرا تجھکو سونپتے۔ کیا لاگیگا مور (کبیر جی)

جب پیر کے ہاتھوں مرید نے اپنا دین وایمان سب کچھ بیع کر ڈالا تب اُس کے پاس اب اُس کا کیا رہیگا۔ وہ تو درحقیقت کچھ نہ رہے گا ؎

بے فنائے خود میسر نیست دیدارِ خدا ۔۔۔ می فروشد۔ خویش را اوّل خریدارِ خدا

اگر مرید میں اس درجہ ایثار نفسی نہیں ہے تو وہ خواہ مخواہ مرید کہلانے کا دعویدار نہو اور مریدی کے نام پر دھبہ نہ لگائے۔ کیونکہ ؎

تا توئی۔ کے یار گردد۔ یار تو ۔۔۔ چوں نہ باشی۔ یار باشد۔ یار تو
تو مباش اصلا۔ کمال این ست وبس ۔۔۔ تو درو۔ گم شو۔ وصال این ست وبس

فوت ہو گیا۔ اس نے مہر نبی کر لیا۔ تب گوروؤں نے کہا " ادھر دیکھو وہ بلم بردار بھی خبر یہ تھا کہ کوئی دوسرا تھا؟" مرید نے جو سر اٹھا کر گوروؤ کے جانب نگاہ ڈالی تو اسی بلم بردار کی صورت گوروؤ میں نظر پڑی۔ بے تحاشا قدموں میں گرا اور دربار عالم میں اپنا سارا احوال بیان کر کے توبہ کیا اور معافی چاہی۔ گوروؤ نے اس کو گلے لگایا اور فرمایا کہ میں جو رات بھر رنڈی کے مکان پر پہرہ دیا اور تیرا ایمان بچایا وہ محض تیرے حکم بجا آوری کے باعث کہ تو رقعہ پانے ہی شادی کے منڈپ سے اٹھ کر میری طرف روانہ ہو گیا۔"

مطلب یہ کہ جو مرید اپنے پیر کی حکم بجا آوری کو مقدم تصور کرتا ہے تو پیر ہمیشہ اسکی حفاظت کرتا ہے۔

(۱۳) ذات خدا اور پیر میں مرید کو ذرا بھی فرق نہ سمجھنا چاہیئے۔ جس نے فرق سمجھا وہ کہیں کا نہ رہا۔

جز پائے پیر میر اکسی جا مکاں نہیں | نقش قدم ہوں۔ دوسرا میر انشاں نہیں
جنت جو ڈھونڈتے ہو تو ہے زیر پائے پیر | جائے ارم کچھ عرش نہیں۔ آسماں نہیں
قرباں ہو جو شیخ پہ واصل بحق ہوا | شک اس میں کچھ نہیں۔ ذرا وہم و گماں نہیں
وابستہ ذات حق سے ہمیشہ ہے ذات پیر | اصحاب معرفت سے یہ نکتہ نہاں نہیں
جو دوئے و کوئے پیر کا شیدائی بن گیا | نظروں میں اسکی وسعت حور و جناں نہیں

آنند کب ملیگا۔ حنیف اس کو دہر میں
جس پہ کہ اس کا پیر میاں مہرباں نہیں (دفینۂ آنند)

(۱۴) پیر کے تصور کو اس قدر بڑھاؤ کہ تم خود آپنے کو بھول جاؤ اور تمہاری ذات پیر کے ذات پاک میں سما جائے۔ بقولیکہ ؎

پیر پر قربان ہو۔ جان و دل و ایمان بھی | اور تصدق ہوں خودی کے جتنے ہوں سامان بھی
ذات کو اپنے کرو گم۔ ذات مرشد میں فنا | رہ نہ جائے اپنی ہستی کا ذرا سا دھیان بھی
ذات سے ہو ذات واصل اور دوئی جاتی رہے | تب مرید و پیر کی ہوتی ہے یکساں شان بھی
عشق کی منزل بہت دشوار ہوتی ہے ضرور | پر کرم ہو پیر کا تو ہوتی ہے آسان بھی
ہے غرض جز پیر کوئی۔ ہادئی راہ تعالیٰ | دیکھ ڈالا ہم نے پڑھ کر۔ وید اور قرآن بھی

مل گیا آنند۔ سندر و بھی فضل مرشد سے یہیں
ورنہ کب تھا ہم میں یارا۔ اس کا اور امکان بھی (آنند بہرانی)

ہو بھی گیا تو پھر انہیں بھگتی (عشق) پیدا ہونے کی کم اُمید ہے۔ اِس لئے پیران ماسبق پہلے طالب کا امتحان لیکر اُس کے طلب کا مواخذہ کیا کرتے تھے۔ تب کہیں بیعت سے مُشرّف فرماتے تھے۔

روایت ہے کہ ہندوؤں کے پُرانوں کے مصنّف سری ویاس جی کے فرزند ارجمند کو کسی نوع سکون قلبی حاصل نہ ہوتا تھا۔ تب ویاس جی نے سوچا کہ میری تعلیم اِن پر اثر نہ کریگی اس لئے اُنہوں نے شکھدیو سے کہا کہ تم راجہ جنک کے پاس جاؤ وہ تمھیں گیان (عملِ تقلیع) تلقین کریں گے۔ شکھدیو متحیر ہوئے کہ ایک گرہست راجہ کیسے گیان اُپدیش کریگا مگر باپ کا حکم ماننا ضروری سمجھکر وہ جنک پور روانہ ہوئے۔ محل شاہی پر پہنچکر ڈیوڑھی بان سے اطلاع کرائی کہ راجہ جنک سے اطلاع کردو کہ مہرشی ویاس کا لڑکا شکھدیو آپ سے تعلیم پانے کے لئے آیا ہے۔ ڈیوڑھی والے جاکر راجہ سے عرض کیا۔ مگر راجہ نے کچھ جواب نہ دیا۔ بعد پندرہ یوم کے راجہ نے ڈیوڑھی دار کو طلب کرکے پوچھا کہ وہ آدمی جو اُس روز آیا تھا چلا گیا یا ہے؟ اُس نے عرض کیا کہ سرکار وہ اُسی دن سے جہاں کا تہاں کھڑا ہے۔ نہ حوائج ضروری سے فارغ ہونے گیا نہ کھایا نہ پیا۔ مجسم سُتون بنا کھڑا ہے۔ راجہ نے کہا اُسے لاؤ۔ چنانچہ شکدیو راجہ کے روبرو حاضر ہوئے تو راجہ نے حکم دیا کہ انکی حجامت بنواؤ۔ نہلاؤ دھلاؤ اور نئے کپڑے پہناؤ۔ اسی درمیان میں کھانے کا وقت ہوا تو راجہ نے ایک کمرہ میں آسن لگوا کر سب کھانے سونے چاندی کے برتنوں میں سجوا دیئے۔ اور خوبصورت لونڈیوں کو کھلانے کے لئے تعین کیا اور شکھدیو سے کہا کہ آپ تناول طعام کرکے آرام کیجئے۔ یہ لونڈیاں خدمت کرینگی۔ اور میں بھی کھا کر آرام کرونگا۔ پھر اُسوقت ملاقات ہوگی۔ مگر ایک بات کا خیال رکھیگا کہ چھت میں آپکے سر کے اوپر ایک پتھر لٹک رہا ہے جو کہ بدون کسی سہارے کے ہے۔ یہ کہکر راجہ نے لونڈیوں کو تاکید کیا کہ بعد کھانا کھلانے کے یہیں آرام دہ بستر لگا کر مہمان کی سیوا کرو۔ اور خود چلا گیا۔ سہ پہر کو جب اُٹھا تو شکھدیو کو خلوت گاہ میں بلایا اور پوچھا کہ کہیئے کھانا پسند آیا اور نیند کافی وافی آئی کہ نہیں کیونکہ آپ پندرہ روز سے کھڑے ہی تھے؟ شکھدیو نے کہا کہ اُس پتھر کے کھٹکے میں جسکے جانب آپ اشارہ کر گئے تھے نہ تو پتہ لگا کہ کیا کھانا کھایا یا کیسا لونڈیوں نے سیوا کی اور نیند کا تو نام ہی نہیں۔ راجہ نے کہا کہ آج ہماری سالگرہ کا دن ہے سارے شہر میں دھوم مچی ہے اور جلسے ہیں۔ اتفاق سے آپ آگئے ہیں ذرا شہر کا طواف کر آئیے۔ شکھدیو نے کہا بہت خوب۔ چنانچہ راجہ نے حکم دیا کہ ایک کٹورہ دودھ سے لبریز کرکے مہاتما کے ہاتھ میں دو اور دو آدمی ننگی تلوار لیکر ساتھ جاؤ۔ اور انکو شہر دکھلا لاؤ مگر خیال رکھو کہ دودھ ذرا بھی چھلکے تو انکی گردن اُتار لینا۔ شکھدیو پیالہ ہاتھ میں لیکر سارے شہر کا طواف کر آئے۔ جب لوٹ کر آئے تو راجہ نے پوچھا کہ شہر میں کیا کیا دیکھا؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ میں تو پیالے ہی کو دیکھتا رہا کہ کہیں دودھ چھلک نہ

۵۔ عملِ تطبیق یا مذہبِ عشق (بھگتی)

عاشقی چیست! بگو بندۂ جانان بودن | دل بدستِ دیگران دادن و حیران بودن
سوئے زلفش نظرے کردن و روئیں دیدن | گاہ کافر شدن و گاہ مسلمان بودن

۱۔ طلب

عشق یا بھگتی پیدا ہونے کے لئے دل میں طلب (برہ) کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ کوئی فردِ بشر ایسا نہیں ہے کہ جسکے دلمیں کسی قسم کی طلب نہو۔ جو جسکا شیدائی ہے اُس کے دل میں اُسی کا برہ یا طلب ہوتا ہے۔ مضمون کو طوالت نہ دیکر ہم اپنی نگاہ صرف اُسی جماعت تک محدود کرتے ہیں جو نجات۔ موکش۔ وصال۔ نروان۔ پرمانند یا راحتِ ابدی کے طلبگار ہیں۔ جنت یا بیکنٹھ کے طلبگاروں سے ہمیں سروکار نہیں ہے اُنکے لئے شرع اور شاستر کا شارعِ عام کھلا ہوا ہے۔

اس طبقہ میں طالب۔ طلب اور مطلوب کا ہونا ضروری ہے ہم مرید کو طالب۔ اُسکے شوق کو طلب اور اُس کے اللہ اور بھگوان (رسول اور نبی) کو مطلوب قرار دیتے ہیں۔

مسلکِ پیر پرستی میں مرشد ہی کی ذات مبارک کو ذاتِ خدا۔ بھگوان اور پیغمبر و نبی مانتے ہیں بقول لیکہ

چونکہ کردی۔ ذاتِ مرشد را قبول | ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

سنسکرت میں بھی لکھا ہے کہ:۔

गुरुर्ब्रह्मा गुरुर्विष्णु: गुरुर्देवो महेश्वर:
गुरु साक्षात् परं ब्रह्म तस्मै श्री गुरवे नम:

(ترجمہ) گورو (پیر) ہی خالق۔ گورو ہی پروردگار اور گورو ہی قضا و قدر ہے۔ گورو ہی خالص قادرِ مطلق ہے اُسی کی بندگی لازم ہے۔)

کبیر صاحب فرماتے ہیں کہ ؎

گورو کو مانش جانتے۔ تے نر کہیئے اندھ | ہوئیں دُکھی سنسار میں۔ آگے جم کا پھند

جبتک کہ کسی بشر میں طلب کی ترقی نہ ہوگی وہ اوّل تو پیر کا متلاشی ہی نہوگا اور اگر کاش دیکھا دیکھی مرید

بعید ہاں جب بادشاہ نے لطائف کھیرے تو سب کی فہرست دیکھ کر اشیاء مندرجہ کے مہیا کئے جانے کا حکم صادر فرمایا۔ لیکن چھوٹی بیگم کے خط کو دیکھ کر حیرت میں تھا۔ اور وزیر سے کہا کہ چھوٹی بیگم کچھ پاگل معلوم ہوتی ہے۔ کاغذ پر محض ایک کا ہندسہ لکھا ہے بجز اس کے کیا اخذ کیا جائے۔ وزیر عقیل تھا۔ اس نے عرض کیا کہ شاہا یہ سب سے زیادہ فہیم ہے۔ ایک کے ہندسہ لکھنے کا یہ مطلب ہے کہ وہ محض حضور کو چاہتی ہے اور کوئی چیز نہیں۔ بادشاہ بہت ہی محظوظ ہوا اور واپسی پر دیگر بیگموں کے پاس تو فرمائشوں کا بنڈل بھیجا اور خود چھوٹی بیگم کے پاس گیا۔ اسی لئے کہا ہے کہ ؎

و ابامکن از فکر با الہا سیاہ
از خدا غیر از خدا چیزے مخواہ

یعنی طلب کا یہ اشتقاق کہ جو چھوٹی بیگم مقبول ہوئی۔

مجوزگانِ سلف نے طلب کے تین مدارج قائم کئے ہیں:۔ (۱) ادنیٰ یا کثیف (۲) اعلیٰ یا لطیف (۳) اولیٰ تر یا الطف۔

ادنیٰ یا کثیف درجہ

۱۔ پیر کے خدمت میں جا کر اُن کے اقوال کلام کو گوش ہوش سے سُننا۔ فعل قوت سامعہ بذریعہ کان۔
۲۔ پیر کا قدم چومنا۔ مصافحہ کرنا۔ اُن کے جسم کو دابنا۔ فعل قوت لامسہ بذریعہ ہاتھ۔
۳۔ پیر کی حضوری میں جب تک رہنا اُنکی صورت کا مشاہدہ کرتے رہنا۔ فعل قوت باصرہ بذریعہ آنکھ۔
۴۔ پیر کو کھانا کھلانا اور اُنکا فضلہ کھانا۔ فعل قوت ذائقہ بذریعہ زبان۔
۵۔ پیر کو خوشبودار مالا پھول۔ اور عطر وغیرہ اور تبرک پا کر معطر ہونا۔ فعل قوت شامہ بذریعہ ناک۔

درجہ اولیٰ یا لطیف

۱۔ پیر کی توصیف و ثنا کرنا — فعل قوت مدرکہ
۲۔ پیر کے شبیہ مبارک کا تصور کرنا — فعل قوت حافظہ
۳۔ پیر کے بخشے ہوئے نام کا ورد کرنا بذریعہ زبان۔ انفاس یا تصور — فعل قوت حس مشترکہ یعنی آجکل قوت مدرکہ معاون اور واہمہ سب شامل ہیں۔

سمجھ جائے اس نے شہر کا نقشہ بھی دے کر سکھا دیا کہ کہاں کیا ہے۔ بعد کیا ہو رہا ہے۔ تب راجہ نے کہا کہ اُنے مرشد کے ہاں کے فرزند ارجمند یہی طریقہ دل بایار و دست بکار ہے زندگی بسر کرنے کا ہے۔ بقول ایک شاعر ؎

دنیا کی فکر ملک و گھر سو رنگی رہے ۔۔۔ مطلب یہ تیرا ہے کہ اُدھر لو لگی رہے

سب راج کاج کرتا ہوں مگر تصور پیر کے قدموں میں رہتا ہے اور اُن کا خوف دل میں لگا رہتا ہے پس سارا کام کرتا ہوا بھی الگ رہتا ہوں۔ شکھدیو مست ہو گئے۔ اب انہیں مزید اُپدیش کی حاجت نہ رہی کیونکہ وہ قدرتی گیانی تھے صرف ٹھیس کی ضرورت تھی۔

اس روایت سے جسے ہم نے مختصراً درج کیا ہے۔ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ راجہ جنک نے جو شکھدیو کو سینہ کا راز تک کھول رکھا وہ محض اتفاقاً ہی نہ تھا بلکہ انہیں طلب کی ترقی دینے کا بھی خیر المراد تھا۔ نہ طلب بڑھتی نہ اتنے جلدی تعلیم سے بہرہ ور ہوتے۔ اس لئے طالب کے لئے ضروری ہے کہ اپنے میں طلب بڑھائے۔ یہی طلب بڑھتے بڑھتے عشق کا درجہ حاصل کر لیتی ہے اور طالب بہت جلد اپنے مطلوب کو واصل ہوتا ہے ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش ۔۔۔ تا دمِ آخر دمے غافل مباش
آب کم جو تشنگی آور بدست ۔۔۔ تا کہ جوشد آب از بالا و پست

۲۔ طلب کی شناخت

انسان دیکھنے میں تو ایک پُتلا ہی ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ ایک معجون مرکب عناصر، اعضا، صفات اور قویٰ کے افعال و حواس ظاہری اور باطنی کا ہے۔ بادی النظر میں یہ سب اشیاء عام طور پر نظر نہیں آتیں مگر جنہوں نے سیرِ وجود کا پا بہ پیچ کیا ہے اُن کو ساری کیفیتیں نظر آیا کرتی ہیں۔ طلب ایک حس باطن یا اندرونی گرید ہے۔ جو قلب میں پیدا ہو کر اعضائے جسم، قوائے افعال اور حواس کو متحرک کیا کرتی ہے۔ پس یہ دیکھنا چاہیئے کہ طالب کن کن طریقوں سے اپنے طلب کا اظہار کر رہا ہے تاکہ اُس کے طلب کے درجہ کا اندازہ ہو سکے۔

روایت ہے کہ ایک بادشاہ وقت نے دوسرے ملک پر چڑھائی کی۔ اپنے بیگموں کو لکھ بھیجا کہ ملک فتح ہو گیا۔ تم لوگوں کو جس چیز کی خواہش ہو لکھ بھیجو۔ میں ساتھ لیتا آؤں گا۔ چنانچہ ہر ایک بیگم نے اپنے منصب خواہش الگ الگ لمبی چوڑی فہرست بھیجی مگر چھوٹی بیگم نے سادہ سا کاغذ پر ایک کا ہندسہ لکھ کر لفافہ سر بمہر کر کے

متقدمین نے طلب کے شناخت کے لیے تین ۳ معیار قایم کیے ہیں۔ اگر یہ ہر سہ اوصاف کا طالب میں پایا جانا اُس کے انتہائے طلب کا پتہ دیتے ہیں۔

(۱) زُہدِ جسمانی جسکو ہندی کا یک تپ کہتے ہیں۔ یعنی جسم سے ہر وقت ایسے کام کرتا رہے جس سے مطلوب راضی ہو۔

(۲) زُہدِ زبانی یا واچک تپ یعنی ہر دم و ہر لحظہ مطلوب ہی کا ذکرِ خیر کرتا رہے۔

(۳) زُہدِ قلبی یا مانسک تپ یعنی قلب میں برابر مطلوب کا تصور قایم رکھے۔

قلب کے معنی ہی اُلٹ دینے کے ہیں۔ جو دل انواع اقسام کے خیالات اور صفات کا مسکن بنا رہتا ہے۔ اُس کے گھاٹ کو بدل دینا اور مطلوب کے جانب مائل ہو کے اُس کے اوصافِ نیک کو اپنے قلب میں پیدا کر لینا اور آخرش اُسکی صورت ہو جانا یہی وصال ہے۔ مثلاً اگر تم نے اپنا مطلوب۔ اِشٹ یا آئیڈیل خدا ہی کو بنا لیا ہے تو بذریعہ حواسِ ظاہری و باطنی و قوائے افعالی اُس کے خوش کرنے کے لئے اگر ویسے ہی حرکات کرتے جاؤ گے تو انجام کار وہی اوصاف تمہارے قلب میں جاگزین ہو کر تمہیں مطلوب کے قریب کرتے کرتے اُس سے واصل کر دینگے۔ یعنی تمہاری ہستی یا خودی غائب ہو کر اُسی کی رہجائیگی۔ یا آنکہ تم سر بسر وہی ہوجاؤ گے۔ —— یہ بموقع ہوگا اگر یہاں پر حواس اور قوائے افعالی کی تفصیل کر دیجائے:-

حواسِ ظاہری یعنی گیان اندری

فارسی	ہندی	انگریزی	ذریعہ
(۱) قوتِ لامسہ	سپرش स्पर्श	Sense of feeling	سرِ انگشت अंगुली का नोक
(۲) قوتِ شامہ	گندھ गन्ध	Sense of Smelling	بینی नाक
(۳) قوتِ ذائقہ	رس रस	Sense of tasting	زبان जीभ
(۴) قوتِ سامعہ	شبد शब्द	Sense of hearing	گوش कान
(۵) قوتِ باصرہ	روپ रूप	Sense of seeing	چشم आँख

حواسِ باطنی یا انتہ کرن

(۱) قوتِ متخیلہ (۲) قوتِ مدرکہ (۳) قوتِ حافظہ (۴) قوتِ واہمہ (۵) حسِ مشترکہ۔

درجۂ اُولیٰ تریا الطف

سارے اعضاء - حواس - اور قوائے افعالی افعال بالا کو کرتے کرتے مجسم پیر کے ہو جاتے ہیں ۔ اور اپنی خودی غائب ہو جاتی ہے ۔ بقول ؎

مرشد کامل مرا جس دن سے رہبر ہو گیا
جیتے جی ہی میں فنا فی الذات اکبر ہو گیا

کاسۂ سر ہو گیا خالی مئے نخوت سے جب
بادۂ وحدت سے بھر کر جام کوثر ہو گیا

خواہش جنت مٹی - اور خوف دوزخ مٹ گیا
مہر سے اور قہر سے بیفکر و بے ڈر ہو گیا

انکے مورت سے سرت اسطرح وابستہ ہوئی
دل جو تھا سیماب سا - آخر کو پتھر ہو گیا

جب ذرا کر دی جدا کی - بس مٹ گیا فرق دوئی
دیکھکر تصور یہ شکل آئینہ بھی - ششدر ہو گیا

سچ ہے یہ کرتک ہے جو اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے
دلربا کہہ کہہ کے انکو خود میں دلبر ہو گیا

ست گورو کے فضل سے آنند - اب کچھ کم نہیں
تھا گدا وہ اصل - لیکن - اب تو نگر ہو گیا

(تجلیات آنند)

عشق حقیقی !

عشق کیا شئے ہے کسی کامل سے پوچھا چاہیئے
کس طرح جاتا ہے دل - بیدل سے پوچھا چاہیئے

عشق کوئی اور چیز نہیں ہے محض انتہائے طلب کو عشق کہتے ہیں ۔ جسے ہندی میں پریم یا بھگتی کے نام سے موسوم کرتے ہیں ۔ عادات وصفات جو طلب کے متواتر کرنے سے پیدا ہو کر دل میں جاگزین ہوتے جاتے ہیں ۔ وہ دلپر گھر کرتے جاتے ہیں ۔ بقول ع

"عادتے چوں کہن شود طبیعت گردد"

وہ اوصاف طبیعت کا خاصہ بن کر قلب کو اوصاف حمیدہ کا مخزن بنا دیتے ہیں ۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ ع "اوصاف حمیدہ سے مملو دل کو محمدؐ ہی سمجھو"

کوئی بھی نامہ یا چٹھ نامہ نہیں دیکھا جاتا ہے۔ معیار آدمی مل کر لڑکے اور لڑکی کی شادی کر دیتے ہیں۔ اور کہنے کو تو ہیں کہ تم دونوں میاں بیوی ہو گئے۔ اس خیال کا کتنا گہرا اثر دونوں پر پڑتا ہے کہ دونوں منسلک ہو کے بھی مجاز پر ناپسند نہیں کرتے۔ لڑکی اپنے ماں باپ کے گھر کو چھوڑ کر سسرال کو اپنا گھر سمجھنے لگتی ہے یہاں تک قریبی اور خونی رشتہ داروں کی محبت پر بیوی کی محبت کو ترجیح دینے لگتا ہے۔ خدا کو کسی نے دیکھا نہیں مگر تصور کا اس قدر گہرا اثر پڑتا ہے کہ ایک خدا مان کر آدمی اس کے لئے مر مٹتا ہے۔ آخر یہ سب کیا ہے۔ یہ تصور ہی کا تو کھیل ہے۔ ابھی تو صاحب ہم ایک زندہ ہستی کو پیر بنا کر دست بیعت انکے دست مبارک میں دیکر ان سے اپنے نجات کے خواہاں ہوتے ہیں۔ تو کیا تصور اپنا کام نہیں کرتا ہے؟ اور سچے مرید۔ با اعتقاد مرید کو منزل مقصود تک پہنچنا کچھ بھی دشوار نہیں ہوتا ہے۔ اسکا تصور اسکی بھگتی پیر کو اپنے اوپر مہربان بنا کر اپنے منزل ولی کے حصول کا ایک ذریعہ بنا لیتی ہے۔ کس طرح؟ پیر کی خدمت۔ پیر کی فرمانبرداری۔ پیر کی صحبت سے اسکے من کی کیفیت ایسی منتقل ہو جاتی ہے۔ کہ وہ خود پیر صفت ہو جاتا ہے۔ اور پیر کی ذات اکبر میں اسکی ذات اصغر اس طرح تحلیل کر جاتی ہے کہ پھر پیر اور مرید میں فرق نظر نہیں آتا ہے

من تو شدم تو من شدی۔ من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید۔ بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

عشق مجازی ہو یا حقیقی دونوں ہی کی ایک کیفیت ہے۔ فرق محض اتنا ہی ہے کہ عشق مجازی لذات دنیاوی کے خیال سے ہوتا ہے اور وصل مطلوب اسکا خود مراد ہوتا ہے اور عشق حقیقی لذات عقبیٰ کے غرض سے ہوتا ہے اور وصال مطلوب اسکا خود مراد ہوتا ہے۔ جو دھن اس کے دل میں سماتی ہے۔ ویسا ہی وہ دھن اس کے سر میں سماتا ہے۔ دھن جس قدر پختہ ہوتا ہے اسی قدر جلد کامیاب ہوتی ہے۔ عاشق میں

ان علامات کا پایا جانا ضروری ہے۔

عاشقاں را شش نشاں ہست اے پسر — رنگ زرد و آہ سرد و چشم تر
گر کسے پرسید دیگر کدام؟ — کم گفتن و کم خوردن و خفتن حرام

عشق مجازی کے بہت سے افسانے آپ پڑھ چکے ہوں گے۔ ان بکھرے ہوئے قصوں میں سے ایک نہایت قدیم سنتے ہیں لیلیٰ سے چھوٹے ہوئے مجنوں کو عرصہ دراز گزر گیا تھا۔ ہر دل میں نئی نئی کھچڑی پکتا تھا۔ یکا یک

نوٹ:۔ (۱) قوتِ متخیلہ کے ذمہ ہے حفاظت کرنا اشکال جو حسِ مشترک سے ملے۔ اسکی ایک صفت یہ بھی ہے کہ اشیائے محفوظہ کی شکل کو بدل دینا۔

(۲) قوتِ مدرکہ کی دو قسمیں ہیں (۱) متفکرہ (۲) متذکرہ۔ انکا کام ہے حافظہ کی موجودات کو تجزیہ کرنا۔

(۳) قوتِ حافظہ کا کام ہے امانت رکھنا اور وقتِ ضرورت یاد دلانا۔

(۴) قوتِ واہمہ کا کام ہے سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنانا۔

(۵) حسِ مشترکہ کا کام ہے قبول کرنا جمیع صورتوں کو حواسِ ظاہری کے ذریعہ سے۔

کرم اندری یعنی قوائے افعالی

(۱)	دست	ہاتھ	हाथ	Hand
(۲)	پا	پاؤں	पाँव	Legs
(۳)	آلۂ تناسل	کیر	लिंग	Penis
(۴)	مقعد	مقامِ اجابت	गुदा	Funda
(۵)	نطق	زبان	जीभ	Tongue

اگر دیوار پر (مقابل کھڑے ہوکر) تم گیند مارتے ہو تو ٹکر کھاکر وہ گیند تمہارے ہی جانب واپس آتا ہے جب تم مندر، مسجد، گرجا میں یا پیر کے روبرو جاتے ہو تو کیا صورت ہوتی ہے۔ تم جسم کو پاک صاف کرتے ہو عطر و خوشبویات لگاتے ہو۔ اور خیالات پاک کیے ہوئے جاتے ہو۔ یہ سب پاکیزگی کہاں سے پیدا ہوتی ہے؟ تمہارے قلب میں ہے اور سماتی ہے تو کہاں؟ تمہارے قلب ہی میں۔ انجام کار یہ ہوتا ہے کہ کرتے کرتے تم انہیں اوصاف کے جو حسِ مشترکہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ شیدائی ہو جاتے ہو۔

یہ ایک قدرتی بات ہے کہ جو جس چیز کا تصور کرتا ہے۔ اُس کے تصور کیے علامات بہ لحاظ درجہ اس کے کلام تصور انہیں پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ کوئی کمال نہیں ہے۔ بلکہ حکمتی اصول ہے کہ جب کسی کو کوئی اولاد پیدا ہوتی ہے تو جس قسم کا تصور قرار حمل کے وقت والدین کا ہوتا ہے۔ ویسی ہی اولاد پیدا ہوتی ہے۔ تصور کا بڑا بھاری اثر جاندار کی روزانہ زندگی پر پڑتا ہے۔ اگر دل میں کوئی بُرا تصور ہوتا ہے تو فوراً چہرہ پر اسکے آثار نمایاں ہو جایا کرتے ہیں۔ یہ ہے انسان کتنا ہی کوشش کرکے چھپاوے۔ ازدواج باہمی میں دیکھو

اور وزیر روانہ کیا گیا۔

وزیر جب اُس مقام پر پہنچا ہے تو مجنوں کو لفافہ والا ہاتھ بڑھائے چپ چاپ کھڑا دیکھا۔ چنانچہ اُس سے کہا کہ "لیلیٰ نے تمہاری خبر پائی ہے۔ اُس نے کہا ہے کہ اگر تم سچ مچ مجنوں ہو تو اس چھری سے اپنا کلیجہ نکال کر اس طشت میں دیدو"۔ یہ سنتے ہی اُس نے لفافہ وزیر کے حوالہ کیا اور چھری لیکر فوراً سینہ میں شگاف دیا اور کلیجہ نکال کر طشت میں رکھدیا اور آپ زمین پر گر پڑا۔ وزیر گھبرا گیا۔ اُس تحفۂ نادر کو ڈھک کر محل میں لایا اور بادشاہ کے سامنے رکھدیا اور لفافہ بھی حوالہ کیا۔ بادشاہ کے طائر ہوش اُڑ گئے۔ دیکھتے ہی عشق کے آگے اُسکا غصّہ فرو ہو گیا۔ اور متحیر کھڑا ہو گیا۔ لیلیٰ نے عرض کیا کہ "جہان پناہ،، ایک امتحان اور لینا چاہیئے۔ اُس کی نعش کو محل میں لانا چاہیئے"۔ حکم کی دیر تھی۔ نعش متعلق اُٹھا کر محل میں پہنچائی گئی۔ لیلیٰ نے اُس کے سینہ کے اندر کلیجہ کو رکھا اور اپنے زلف کے بال سے اُس کے سینے کے شگاف کو ٹانکے لگا دئے۔ اور اُسکا سر گود میں لیکر کہا کہ "کیا سو رہے ہو! اُٹھو! تمہاری لیلیٰ تمہارے پاس ہے"۔ اس آواز نے وہ جادو کا کام کیا کہ اُس نے آنکھیں کھولدیں۔ اور عاشق و معشوق دونوں لپٹ کر ایک جان دو قالب ہو گئے۔ یہ حیرت انگیز افسانہ عشق کا دیکھکر بادشاہ خوش ہو گیا۔ خدا جانے۔ روایت کہاں تک صحیح ہے اور کہاں تک غلط ہے۔ ہمیں تو نفس مضمون سے کام ہے۔

بجنسہ یہی حالت عشق حقیقی کی ہوتی ہے۔ جب طالب میں عشق پیر۔ رسول۔ یا خدا اس درجہ بڑھے اور لگن ایسی لگے جیسے مجنوں کو لگی تھی کہ ساڑنی کے ساتھ منزلیں طے کرتا چلا گیا اور اسقدر جاں نثاری ہو کہ اپنا کلیجہ خود نکال کر دیدے۔ تب وصال مطلوب کیا دشوار ہے۔ مگر راستہ کٹھن ہے۔

غرضیکہ رہرسان جادۂ عشق کی تعداد کم ہے اور رہروانِ عشق کے ساری حکایتیں تا ئیں تا ئیں فش ہیں۔ اس کو یقینی جانو کہ عشق ہی میں ایسی طاقت ہے جو طالب کو اپنے مطلوب سے چاہے ستّر پردے میں ہو۔ وصال کرا سکتا ہے بقول کسے

عشق بشگافد فلک را صد شگاف عشق لرزاند زمین را از گزاف
عشق جوشد بحر را مانند دیگ عشق ساید کوہ را مانند ریگ

پیر کی صحبت کے ماسوا جادۂ عشق کے طے کرنے کا دوسرا کوئی وسیلہ نہیں۔ عشق کے دروازے کی کنجی گرو کے پاس ہے۔ پیر مجسّم پریم مجسّم عشق۔ ہمہ صفت موصوف ہی نہیں بلکہ مجسّم صفت ہے۔ جبتک پیر کا دامن نہ پکڑو گے حاشا بھی منزلِ مقصود تک نہ پہنچو گے۔ کلام ربانی ہے کہ

دردِ دلِ مومن بہ گنجم اے عجب
گر مرا خواہی ازاں دلہا طلب

دل میں آیا کہ ان خیالات کے ذخیرہ کو ایک خط کی صورت میں لیلیٰ کے پاس بھیجنا چاہیئے۔ شاید دلی جذبات کو جانکر وہ انکی قدر کرے چنانچہ وہ کاغذ۔ قلم اور دوات لیکر بیٹھ گیا۔ بقول ؎

ہمیں منظور ہے اظہار کرنا دل کے چھالوں کا
نکھینگے یار کو خط پھوٹنے والی سیاہی ہے

پھر کیا تھا۔ خیالات کی آمد نے وہ زور باندھا کہ اُس نے ایک دفتر کا دفتر لکھ مارا۔ اُسے ملفوف کیا اور اس خیال سے کہ اُسے شاہی ہرکارہ کے ذریعہ لیلیٰ تک پہنچوائے وہ جا کر چوراستہ پر کھڑا ہو گیا۔ جب سانڈنی سوار ڈاک لیکر آیا تب اُس نے لپک کر وہ لفافہ بڑھایا۔ اور کہا کہ اسے لیتے جاؤ۔ اور لیلیٰ کے حوالہ کر دینا۔ لیلیٰ بادشاہ کی لڑکی تھی۔ سانڈنی سوار نے جب فرستندہ کی صورت کی طرف نگاہ کی تو سمجھ گیا کہ یہ کوئی پاگل یا دیوانہ ہے۔ اُس نے کہا "بڑھے آؤ لئے لیتا ہوں" ، مجنوں لفافہ والا ہاتھ اُٹھائے برابر سانڈنی کے ساتھ ساتھ چلا جاتا ہے۔ غرضیکہ منزل پہ منزل طے ہوتی گئیں۔ مگر اُس نے سانڈنی کا پیچھا نہ چھوڑا سانڈنی سوار متحیر تھا۔ آخرش جب دور دراز سفر طے کرکے دارالسلطنت میں پہنچا۔ اور اہلکار ڈاک کے دفتر پر لگا۔ تو سانڈنی روکا۔ ڈاک حوالہ کیا اور محرر سے سارا قصہ کہہ کے اُسے اُنکے حوالہ کرکے آپ اپنے مسکن کو گیا۔ محرر ڈاک نے مجنوں سے کہا تم ٹھہرو۔ ہم اطلاع کرا کے تمہارا خط محل میں پہنچوا دیتے ہیں۔ یہ حیرت انگیز افسانہ درجہ بدرجہ گذرتا ہوا بادشاہ سلامت کے گوش مبارک تک پہنچا۔ شاہنشاہ پر تعجاب و لحاظ اور غصہ نے غلبہ کیا کہ آخر یہ کون شخص ہے۔ جو لیلیٰ کو اس طرح رسوا کر رہا ہے۔ وہ محل میں آیا۔ اور غصہ بھرے لہجہ میں لیلیٰ سے پوچھا کہ "کون شخص مجنوں نامی ہے جسے تجھ سے عشق ہے اور ہمارے خاندانی ننگ و ناموس کو یوں چکنا چور کر رہا ہے؟ اُس نے کہا: "مجھے تو معلوم نہیں۔ ہاں! جب بچپن میں میں ننہال میں پڑھتی تھی تب ایک لڑکا مجنوں نامی میرا ہم مکتب ضرور تھا۔ مگر وہ زمانہ طفولیت کا تھا" بادشاہ نے کہا ایسے آدمی کو قتل کرا دینا چاہیئے یہ کہکر وزیر کو طلب کیا۔ اور اسکی رائے طلب کی۔ اُس نے بھی بادشاہ سلامت کی رائے سے اتفاق کیا۔ تب لیلیٰ نے کہا کہ "جہاں پناہ" ، میری ایک رائے ہوتی ہے۔ کہ کام اس ڈھنگ سے کرنا چاہیئے کہ جس میں دُنیا بُرا بھی نہ کہے اور کام بھی ہو جائے۔ میری رائے ناقص یہ ہے کہ ایک طشت اور چھری لیکر وزیر اُس شخص کے پاس جائے اور میری جانب سے کہے کہ لیلیٰ نے یہ طشت اور چھری دیا ہے اور کہا ہے کہ اگر تمہیں سچا عشق ہے تو تم اپنا کلیجہ نکالکر دیدو۔ بادشاہ اور وزیر دونوں نے یہ رائے پسند کیا

فنا کے مدارج

بزبان ہندی فُقرار	بزبان اسلامی فُقرار
(۱) سالوکیہ مُکت	فنا فی الشیخ
(۲) سامیپیہ مُکت	فنا فی الرسُول
(۳) سارُوپیہ مُکت	فنا فی اللہ
(۴) اویکت مُکت	مغفرت یا فنا فی اللہ
(۵) سائجیہ مُکت	فنا فی البقا

اُوپر کے بیان میں محض تین درجہ فنا کے لکھے گئے ہیں۔ بقیہ دو اُنھیں تینوں کے تتمّہ ہیں جو خُود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ ہندی فقرا نے ایک درجہ اور فنائیت کا قائم کیا ہے جسے سدیہ مُکت کہتے ہیں یعنی معہ جسم کے فنا ہو جانا اور بقا کا درجہ حاصل کر لینا ہے۔ اِس کے دو اقسام ہیں:—

(۱) ایک وہ جو جسم رکھتے ہُوئے فنا ہو کر بقا کا درجہ پاتے ہیں۔ جیسے حضور ختم المرسلین۔ اور راجہ جنک (۲) وہ جو معہ جسم کے غائب ہو جاتے ہیں جیسے صاحب کبیر اِسو ستفانا وغیرہ۔

(باقی دارد)

شکریہ

ہم اُن اصحاب کے ممنُون ہیں جنہوں نے مثلِ ماسبق اِس صحیفہ کے شائع کرانے میں نقدی اِمداد دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُنھیں اجرِ نیک عطا فرمائے یہی ہماری دُعا ہے۔

ع۔ "ایں دُعا از من و از جُملہ جہاں آمین باد"

مرہُونِ منّت
"انصاری"

غلط فہمی

عموماً کہا جاتا ہے کہ جو فنا فی الشیخ ہوگا فنا فی الرسول ہو کر تب فنا فی اللہ ہوگا۔ مطلب یہ کہ شیخ اور رسول اور اللہ یہ تین ہستیاں الگ الگ ہیں۔ ان جاہلوں سے کوئی پوچھے کہ تناسخ جائز ہے یا ناجائز۔ اگر ناجائز ہے تو کتنے بار کوئی فنا ہو کر زندہ ہوگا اور پھر فنا ہوگا پہلے پیر میں فنا ہو پھر زندہ ہو تو رسول میں فنا ہو اور پھر زندہ ہو کر اللہ میں فنا ہو۔ کیونکہ بغیر زندہ ہوئے فنا نہیں ہو سکتا۔ زندگی اور موت دونوں لازم ملزوم ہیں۔ ایک سے بدون دوسرا نہیں۔ پھر ہستی بحت تو ایک ہی ہے۔ اگر مختلف ہے تو وحدانیت خالص کیسی؟ جس طرح صد ہا گھڑے پانی سے بھر کر رکھ دو اور دیکھو تو سورج ہر گھڑے میں مکمل نظر آئے گا۔ اسی طرح قالب مختلف ہیں مگر ہستی بحت سب میں ایک ہی ہے اور یہی اس کی وحدانیت کا بدیہی ثبوت ہے۔ ثبوت ہی نہیں بلکہ حقیقت یہی ہے۔

دراصل یہ تینوں روحانیت کے مراتب ہیں جیسے کوئی کوئی فقیر سمجھتا ہے۔ ایک فقیر کہتا ہے ؎

رسول نور الٰہی ست۔ شو فنا در آن　　　فنا بہ شیخ شو۔ تا یابی راز ایں۔ از آن
بہ عالم ہو۔ چو تو آئی۔ پس از فنا بہ رسول　　　فنا شوی تو بہ اللہ۔ حقیقت ست عیان
(سفینۂ آمند)

(ترجمہ) رسول نور الٰہی ہے تو اس میں اپنے کو فنا کر۔ فنا فی الشیخ ہو جا تا کہ یہ بھید ان سے معلوم ہو۔ رسول میں فنا ہونے کے بعد جب تو عالم ہو میں آئے گا۔ تب تو اللہ میں فنا ہو گا۔ حقیقت یہی ہے۔

رسول کے لغوی معنی ہیں "فرستادہ شدہ و بمعنی قاصد و پیک نیز مستعمل است" یعنی "بھیجا ہوا یا پیغامبر" جائے غور ہے کہ اس جسم خاکی میں کون چیز منجانب اللہ بھیجی گئی ہے؟ صرف "اللہ رمز مدہی" جسکے باعث سارا کھیل ہو رہا ہے۔ یا اور کچھ؟ شاعر نے کہا ہے کہ اوّل پیر کے ذات میں اپنی ذات کو فنا کر یعنی اپنا اسقدر اپنی خودی کو اس میں حلول کر دے کہ تجھ میں اور اس میں فرق نہ رہ جائے تب شیخ تجھے نور محمدی میں فنا ہونے کا بھید بتائیگا پیر۔ رسول اور خدا میں بھید نہیں ہے۔ ہمارے یہ دونوں توصیفی نام ہیں۔ اور ہمارے مسلک میں تو پیر کے توصیفی نام رسول و خدا ہیں۔ پیر بذات خود سب کچھ ہے۔ جو پیر میں فنا ہو وہ اللہ میں فنا ہوا۔

تصنیفات باباگلاب چند آنند
المعروف "شاہ آنند بنارسی"

(اردو)

		قیمت موجودہ
(۱) تجلیاتِ آنند	غزلیات معرفت معہ سوانحعمری و ۲ فوٹو	۱۲/
(۲) گنجینۂ آنند	ایضاً بپاس خاطر صوفی میاں عبدالحمید	۶/
(۳) خزینۂ آنند	ایضاً بپاس خاطر عزیزی خاتون بیگم	۳/
(۴) سفینۂ آنند	ایضاً بپاس خاطر عزیزی سید محسن رضا (فارسی اردو)	۳/
(۵) دفینۂ آنند	ایضاً بپاس خاطر عزیزی محمد حنیف	۳/
(۶) نماز با ترجمہ معہ تشریحات روحانی	ایضاً بپاس خاطر عزیزی میاں عبدالرحمن انصاری	عہ/

(ہندی)

(۷) آنند بھنڈار	تصوفانہ بھجن۔ کجلی۔ ہولی۔ چیتی۔ دوہے وغیرہ معہ سوانحعمری و فوٹو	عیہر/
(۸) آنند بھجن مالا	ایضاً بپاس خاطر بھگتان	عہ/
(۹) آنند سمرنی	ایضاً ایضاً	۶/
(۱۰) گورو بھگت جیمال	نثر۔ فرائض پیر و مرشد و سوانحعمری بزرگانِ دین معہ فوٹو	عہ/

(انگریزی)

(۱۱) اُتر گیتا	ترجمہ ہندی انگریزی معہ سنسکرت	عیا/

(محصول ڈاک علاوہ)

ملنے کا پتہ:- ڈاکٹر گوپال چندر سریواستو یہ ایل ایم ایس وید ریٹائرڈ
آنند بھون، نمبری ۲/۲۳۵ سین پورہ جیت گنج شہر بنارس